SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, November 12, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty minutes past three in the afternoon with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین امنوا لا تتخذوابطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودواما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون۔ ھانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلہ واذالقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اورفتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں، کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, November 12, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty minutes past three in the afternoon with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین امنوا لا تتخذوابطانة من دونکم لا یالونکم خبالا ودواما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون۔ ھانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کله واذالقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الا نامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اورفتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں، کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو

دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔ دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کونہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

(سورۃ آل عمران آیات ۱۱۸ تا ۱۱۹)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! point of order ہے، جناب! ایک منٹ۔ بات یہ ہے کہ 43% آپ کے ساتھ نہیں ہو گا، اگر 43% کے پاس نہیں ہو گا تو آپ کا ملک کتنا سا رہ جائے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صحیح بات ہے لیکن ایک انصاف کی بات کرنی ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: آپ 43% مجھے دیں گے، علاقے کے حساب سے دیں گے ناں، اتنا time تو دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کو میری وجہ سے صبر کرنا چاہیے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! میں آپ کی وجہ سے پانچ سال تک صبر کرتا رہا۔ جناب! صرف ایک منٹ کے لیے time دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اسحاق ڈار صاحب کھڑے ہو گئے ہیں، party Leader بھی ہیں، کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: پھر ان کے بعد میری باری ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل انشاء اللہ. on deck

Point of Order

Sudden Increase in Discount Rate

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔ میں صرف یہ

گزارش کروں گا کہ ہم ابھی economy پر current discussion کر رہے ہیں اور سب لوگ اپنے اپنے views دے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ hardly 6, 7 members ابھی تک بولے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: تین دنوں کی بات ہے اور آج monetary policy کو change کر دیا گیا ہے۔ دنیا اور طرف جا رہی ہے اور ہم کسی اور طرف جا رہے ہیں۔ 2% ابھی کچھ گھنٹے پہلے 200 basic points یا 2% کا discount rate میں اضافہ کر دیا گیا اور 2% کا اضافہ interest rate میں ہو جائے گا۔ جناب! ہم کس طرف جا رہے ہیں' یہ House میں discussion ہو رہی ہے' پھر میری وہی کل والی بات ہو گی کہ کیا ہم نے صرف for and against debate کرنی ہے اور گھر جا کر اگلے session کا انتظار کرنا ہے۔ اس House کو کوئی productive کام کرنے دیا جائے گا' اس کی بات تو سن لیں جو بھی consensus ہو' یہ کہنا' I am sure کہ defence بھی آئے گی کہ جی ہم autonomous ہیں۔

State Bank is not a state within state, it is an institution of Pakistan and it is the responsibility of the sitting Government to ensure that the monetary policy is in line with the country's needs under the current circumstances.

جناب! مجھے ابھی یہ جان کر انتہائی افسوس ہوا ہے کہ business community اور تباہی میں آئے گی' manufacturing cost اور بڑھے گی۔ ہم بالکل کتابی چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جو بیس سال پہلے economic policies پڑھی ہیں' ان پر وہ عمل کر رہے ہیں' it is not the time for all this but میں صرف register کروانا چاہتا تھا کہ the importance of the current topic which is being discussed آپ دیکھ لیں کہ monitary policy کا آج نیا decision ہو چکا ہے' اس پر implement ہو رہا ہے۔ I am

I do not accept, yes, ' ہے State Bank autonomous کہ وہ کہیں گے کہ sure autonomy ہم نے دی تھی۔

We the PML(N) gave the autonomy to the State Bank of Pakistan, we the PML(N) converted the Corporate Law Authority into an autonomous body, as Security Exchange Corporation of Pakistan. But it does not mean that these institutions become state within state, they must do what is right. There is a great need of synchronization in the monetary policy, the fiscal policy, over all economic management, the international scenario and the local scenario. I don't agree that we are having that. This discussion looks like that of a debating society. Thank you.

Mr. Acting Chairman: This is an exercise in futility.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں اسحاق ڈار صاحب کا ممنون ہوں اور سب سے زیادہ آپ کا ممنون ہوں کہ آپ مجھے موقع دے رہے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ Senate کو اس معاملے میں جس طرح treat کیا جا رہا ہے' وہ humiliating ہے۔ اس لیے Senate اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے requisition کیا گیا' debate ہو رہی ہے۔ Advisor صاحب نے ہمیں یہاں آدھی بات بتائی اور debate کے دوران State Bank ایسے اقدامات کر رہا ہے جس پر Senate کی رہنمائی لی جا سکتی تھی' اسکو nullify کر رہا ہے۔

جناب چیئرمین! میں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دوں کہ state within state کی بات نہیں ہے جو ڈار صاحب کہہ رہے ہیں' وہ تو بڑی اچھی بات ہوتی کہ چلو اور کچھ نہیں کم از کم ہماری State کے اندر کوئی ہے۔ یہ IMF کی dictate کا حصہ ہے' میں کوئی secret بیان نہیں کر رہا ہوں' ہمارے سامنے IMF کی سات سالہ تاریخ ہے' ان کا لگا بندھا ضابطہ ہے کہ یہ اور یہ آپ نے کرنا ہو گا' آپ ایک ایک چیز کر رہے ہیں' آپ ہم سے کس بات کا پوچھ رہے ہیں۔ یہ State Bank نہیں بول رہا' یہ IMF بول رہا ہے' یہ Washington بول رہا ہے اور انہوں نے آپ کو

جس طرح corner کیا، وہ جس طرح آپ سے یہ باتیں منوا رہے ہیں، میں آج معاشیات کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے یہ پیش گوئی کرنے پر مجبور ہوں کہ اس پالیسی کے تحت نہ یہاں agriculture ترقی کرے گا، نہ manufacturing ہو گی، نہ investment ہو گی اور نہ poverty eradication ہو سکتی ہے۔ آپ صرف معاشی غلامی کی طرف جا رہے ہیں۔ جتنا آپ آج قرض لے رہے ہیں کل آپ کو اس سے زیادہ لینا پڑے گا، اس لیے کہ جب تک آپ کی معیشت ترقی نہیں کرتی، productive sector نہیں بڑھتا، export نہیں بڑھتی، اس وقت تک آپ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ یہ ساری پالیسی antigrowth, anticommunal ہے۔ خدا کے لیے آنکھیں کھولیے اور اگر آپ سینیٹ کو عزت دیتے ہیں تو ہماری بات کو سنیے، ہمارے مشورے کی روشنی میں دلیل سے بات کیجیے، اس سے آگے بڑھ کر اگر Economic Committee میں بیٹھ کر بات کرنی ہے تو وہاں بیٹھ کر بات کیجیے لیکن اس foreign dictate پر اپنے institution کو اس قوم کے خلاف استعمال نہ کریں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ڈار صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب کی باتوں سے تو یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ IMF bitter pill کی بجائے ہمیں cyanide pill دینے لگی ہے۔ جی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! میں بھی یہی point اٹھانے والا تھا۔ ڈار صاحب نے اور محترم پروفیسر خورشید صاحب نے monetary policy کی بات کر دی۔ میں نے کل بھی نشاندہی کی تھی کہ یہ IMF کا ایجنڈا ہے اور ہمیشہ سے ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کچھ شرائط پہلے منوا لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ لیٹر جاری کریں گے، لیٹر اس وقت جاری کریں کہ جب 1,2,3,4,5 شرائط منوا لیں گے۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ آج ایک اور خبر ہے کہ 51% سوئی گیس کی قیمت میں بھی اضافہ کیا جا رہا ہے، with one stroke, آج اخبارات میں، media نے دے دیا ہے کہ صنعتی یونٹ کو گیس کی فراہمی پر 51% قیمت بڑھا رہے ہیں۔ یہ بھی IMF کا ایجنڈا ہے، وہ پہلے اپنے loans کو store کرنے کے لیے یہ ساری چیزیں کرے گا۔ ساری دنیا میں interest rate کم ہو رہا ہے لیکن پاکستان نے آج اپنی monetary policy

میں interest rate بڑھا دیا ہے جبکہ پچھلے چار ماہ سے hue and cry ہو رہی ہے اور تمام صنعتکار' businessmen یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ survival نہیں ہو رہا' آپ interest rate کو کم کریں۔ جناب چیئرمین! کل بھی میں نے کہہ تھا کہ اگر یہ ہوا تو production cost اتنی بڑھ جائے گی کہ پاکستان میں اشیاء ضروریا کی قلت پیدا ہو جائے گی اور لوگ چھینا جھپٹی پر مجبور ہو جائیں گے' اس ملک میں ایک تباہی مچے گی' جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

جناب چیئرمین! پروفیسر صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے اور میں نے کل بھی ایک ثبوت دیا تھا کہ اس Upper House کو بلکہ Lower House کو بھی' یہ پارلیمنٹ کو سبوتاژ کر رہے ہیں' پاؤں تلے روند رہے ہیں' اس کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں۔ ہم نے ایک ایجنڈے پر یہ اجلاس requisite کیا تھا اور یہ ایجنڈا بڑا clear تھا' پہلے نمبر پر IMF کا package تھا' اس کے بعد قادرپور فیلڈ تھی' دادو شوگر ملز تھی' نیشنل بنک آف پاکستان' KESC تھی' یہ تمام ہم نے اس ایجنڈے پر رکھے تھے۔ ہم صرف ایک item لکھ سکتے تھے کہ privatization پر discuss کیا جائے لیکن ہم نے قصداً یہ سب الگ الگ لکھا تھا۔ اس پر یہ ہوا کہ پچھلے Saturday کو' اس اجلاس سے صرف دو دن قبل گورنمنٹ کمیٹی کی meeting بلوا کر قادرپور فیلڈ کی privatization کی منظوری لی گئی۔ میں نے کل بھی کہا تھا کہ یہ بدنیتی ہے اور یہ طریقہ کار بالکل غلط ہے کہ آپ قومی اثاثوں کو بیچ کر بجٹ کا خسارہ پورا کریں۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے' ہم یہ چاہتے ہیں اس پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال نہ کیا جائے' یہاں پر معاملات کو discuss کیا جائے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک statement بھی آئی تھی اور ہم نے اس کو بھی قبول کر لیا۔ ایک short statement تھی اور صرف IMF کو دی' دیگر معاملات پر detail میں کوئی discussion نہیں کی گئی۔ نوید قمر صاحب' جن کا ہم انتہائی احترام کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے colleague بھی ہیں اور parliamentarian بھی ہیں' ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ ان سے اس ہاؤس میں finance پر بھی brief لیا جائے کیونکہ وہ Finance Minister رہے ہیں' وہ better بتا سکیں گے کہ کیا حقائق ہیں' وہ بھی نہیں کیا گیا لیکن ہمیں یہ تو اختیار دیا جائے کہ ہم اس ہاؤس میں اپنے ایجنڈے پر discussion کریں جبکہ آپ دعویٰ دار ہیں کہ ہم پارلیمنٹ کو ہر معاملے میں اعتماد میں لیں گے۔ اعتماد میں لینے کا یہ طریقہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ

ایک discussion جاری ہے اور آپ فیصلے پر فیصلے کیے جا رہے ہیں اور وہ تباہی مچا رہے ہیں جو کہ حب الوطنی والی بات نہیں ہے، یہ ملک دشمنی والی بات ہے۔ آپ کسی ملک دشمن ادارے کے ایجنڈے پر اس ملک کو چلانا چاہتے ہیں جو کہ parliamentarians اور اس قوم کے لیے قطعی طور پر قابل قبول نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر الیاس بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! Thank you very much میں نے آج ٹی۔وی پر اسٹیٹ بنک کی گورنر محترمہ کی statement سنی اور مجھے بہت دکھ ہوا۔ یہاں جب ترین صاحب موجود تھے تو اس دن بھی میں نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ یہ کڑوی گولی آپ کو کھانی پڑے گی اور interest rate کم کرنا پڑے گا، یہاں یہ بات on record ہے۔ آپ کہتے ہیں inflation 25% ہے، جس کی مرضی ہے میرے ساتھ بیٹھ جائے، inflation 20% سے بھی کم ہو گئی ہے، ہر چیز کی قیمتیں گر گئی ہیں، construction نہیں ہو رہی، بجری، تیل، گھی کی قیمت گر گئی ہے، کسی وجہ سے ایک آٹے کی قیمت نہیں گری باقی کون سی items ہیں جن کی قیمتیں نہیں گریں اور آپ کہتے ہیں کہ inflation 25% ہے، یہ بالکل غلط ہے، اس وقت inflation 20% سے بھی کم ہے۔ آج انہوں نے interest rate 2% بڑھا دیا ہے اور اس پر markup بھی 2% بڑھا دیا ہے۔ میں as a industrialist اور business community کے لیڈر کی حیثیت سے، حالانکہ میں اپنی coalition پارٹی کا بھی پابند ہوں لیکن میں اس چیز پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ساری industries بند ہو جائیں گی، اس ملک میں industries 18% interest پر نہیں چل سکتیں اور جب 18%,19% interest آیا تھا تو پھر اس کا انجام کیا ہوا تھا کہ ایک دفعہ نواز شریف صاحب اور ایک دفعہ مشرف کے وقت میں انہوں نے دو دفعہ rescheduling کی تھی اور لوگوں کے قرضے معاف کیے تھے۔ لوگوں کو ملیں بند کرنی پڑیں گی، اس ملک میں unemployment ہو گی، لوگ کہاں جائیں گے۔ محترمہ اور ہمارے جو finance کے ایڈوائزر صاحب ہیں ان کو اتنا سوچنا چاہیے کہ industries کے لیے ریٹ ایسا رکھیں کہ وہ تو چلے، cotton crisis میں ہے، steel crisis میں ہے، synthetic

industries crisis میں ہیں، جس کا ڈالر کا ریٹ 2100 سے 650 تک آ گیا ہے، جس کا ریٹ 1500 سے 450 and 500 ڈالر تک آ گیا ہے، steel کا ریٹ 900 سے 250 ڈالر تک آ گیا ہے، کہاں inflation 25% ہے، کوئی آ کر میرے ساتھ حساب کرے، ہم بھی business community سے تعلق رکھتے ہیں، ہم بھی اکنامک کے چھوٹے سے student ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں یہ inflation 25% کہہ کر interest rate بڑھانا اس ملک کے ساتھ زیادتی ہے، industrial community کے ساتھ زیادتی ہے۔ آپ کو پہلے پتا ہے کہ پچھلے دو ڈھائی مہینوں میں productions کی 6% negative growth ہوئی ہے اور آج جو negaitive growth اس اقدام کے بعد ہو گی اس کو لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔ میں اس چیز پر احتجاج کرتا ہوں اور اپنے Leader of the House کو request کرتا ہوں کہ خدارا اپنے Finance Minister صاحب سے کہیں کہ اللہ کے واسطے interest rate industry پر بالکل نہ بڑھائیں۔ اس وقت جو آپ لوگوں نے actions لیے ہیں ان actions سے کافی حد تک لوگوں کو relief ملا ہے لیکن آج مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ inflation کو 25% آج ہی کر ڈالا۔ یہ ظلم ہے اور ناجائز ہے۔ اس بہانے آپ اس کو core inflation کہہ دیں کہ 17% ہے۔ میں اتنا چاہتا ہوں، ڈار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کہ core inflation کیسے 17% ہے۔ Inflation کیسے 25% ہے ہمیں بتائیں۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ آپ نے inflation کا rate بتا کر کہ 25% ہے interest بڑھادیا۔ آپ interest بڑھانے سے inflation کم کریں گے یا زیادہ کریں گے۔ میری cost of production بڑھے گی میں کس کو بیچوں گا۔ میں اپنی جان پر ڈالوں گا، نہیں، میں اپنے لوگوں کو بیچوں گا۔ جب لوگوں کو بیچوں گا تو inflation اور بڑھے گی۔ اس بات کا آخر انجام کیا ہوگا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہماری economic policy کس طریقے سے جا رہی ہے۔ Finance policy ہماری کس طریقے سے جا رہی ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ حکومت میں شریک ہیں، ہمیں بھی confidence میں لیا جائے، ہمیں کیوں اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ ہمیں بالکل dark میں رکھا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اس سے ملک کی بہتری نہیں ہو گی۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین : شکریہ۔ کامران مرتضٰی صاحب۔ پہلے کامران مرتضٰی صاحب اس کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔ میں قائد ایوان سے کہوں گا کہ کوئی راستہ بعد میں نکال کردیں۔ یہ جو daily changing circumstances ہیں اس میں ہاؤس کی مدد کریں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی : شکریہ۔ جناب چیئرمین! ایک تو مسئلہ تھا mark up کے rate میں اضافے کا، وہ انہوں نے بات کردی ہے۔ اس میں ہمارا کہنا یہ تھا کہ اگر ہم حرام کاموں کو ختم نہیں کرسکتے یا حرام کام کو کم نہیں کرسکتے تو کم از کم اس کو اپنے طور پر بڑھائیں نہیں، کم از کم اس کو کم ضرور کریں۔ اس point پر بات ہوگئی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے اور ہم نے اس پر Call Attention Notice جمع بھی کروایا ہوا ہے Gold and Copper کا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ ملک کے مسائل پر بات کریں یا international problems پر بات کریں مگر افسوس ہے کہ ہمیں ان چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں الجھایا جاتا ہے۔ ہم کو صوبوں میں پھنسایا جاتا ہے۔ اتنا چھوٹا سا مسئلہ ہے اور آپ جب سنیں گے تو آپ کو بھی حیرانگی ہوگی۔ وہاں local security والے ہیں، وہ مقامی لوگ جو پہلے سے کام کر رہے تھے Gold and Copper project میں، اب ان کو نکال کر ان کی جگہ پر باہر سے لوگ لائے جا رہے ہیں۔ اب پیغام یہ دیا جا رہا ہے اور میرے جتنے بھی یہاں بلوچستان کے ساتھی ہیں ان سب نے اس پر move کیا ہوا ہے۔ پتا نہیں کیوں دو تین دن میں نہیں آیا۔ میں اس پر رضا صاحب کی توجہ بھی چاہوں گا اور اس پر ان کا جواب بھی چاہوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین : بابر اعوان صاحب ہیں بلوچستان کے حوالے سے جواب دیں گے۔

سینیٹر کامران مرتضٰی : نہیں جناب! ہمیں اس پر جواب چاہیے کہ مقامی لوگوں کو نکال کر باہر سے لوگوں کو لایا جائے گا سیکیورٹی کے نام پر۔ کیا ہم پر آپ کو اعتماد نہیں ہے۔ کیا ہم اپنی چیزوں کی حفاظت نہیں کرسکتے تو پھر مسئلے کو ختم کر لیتے ہیں۔ خدارا! ہم پر اعتماد کیجیے اس طرح نہ کریں کہ کامران کو نکال دیں اور اس کی جگہ بابر اعوان صاحب کو لائیں۔ میں معافی چاہتا ہوں ان کا نام لے رہا ہوں۔ مگر جب اس طرح کریں گے تو پھر مسائل حل نہیں

ہوں گے اور بہت برا message جاتا ہے تو میں اس معاملے میں ان کا جواب چاہوں گا کہ کیوں ایسے کیا جا رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین ، میڈم! پہلے ظفر صاحب بات کرلیں کیوں کہ وہ پہلے کھڑے ہوئے ہیں، پھر آپ کو بھی موقع دیتا ہوں۔ یہ جب مختصر کریں گے تو پھر ہم آگے بڑھیں گے۔ جی ظفر صاحب۔

سینیٹر ظفر اقبال چوہدری ، شکریہ جناب چیئرمین۔ میں بلور صاحب کی بات کو پوری طرح support کرتا ہوں اور اس کو تھوڑا سا بڑھاتے ہوئے یہ کہوں گا کہ واقعی inflation کے حوالے سے بلور صاحب کا point of view بالکل سو فیصد درست ہے کہ ابھی جب کہ پوری international market میں چیزوں کی قیمتیں گر رہی ہیں تو اس حوالے سے inflation اب اس سطح پر نہیں رہ گئی جیسے پچھلے سال تھی یا آج سے تین ماہ پہلے تھی۔ اس حوالے سے اگر interest rate کو آپ نے آگے بڑھایا اور اگر 18% کی بات کرتے ہیں تو یہ 23,24% پر چلا جائے گا۔ اگر ہم اپنے 23,24% کو own کرکے اپنی چیزوں کو بیرون ممالک بیچنے کی کوشش کریں گے تو باہر کی دنیا میں اب اتنی بری حالت ہے کہ وہاں پر آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں بن پا رہی۔ اس وقت آپ کا ٹیکسٹائل سیکٹر بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ اس کے لیے کوئی شک نہیں کہ ابھی پچھلے دنوں دو تین اچھے اقدامات کا اعلان ہوا ہے لیکن اس سے کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنے ٹیکسٹائل سیکٹر کو آگے لے کر نہیں بڑھیں گے تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ جناب! ابھی صورت حال یہ ہے کہ total industry اپنی labour کو فارغ کر رہی ہے اور تھوڑے دنوں تک اگر انہوں نے روزگار نہ دیا تو اس سے مسائل اور زیادہ گھمبیر ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے interest rate کو مزید کم کریں۔ آگے نہ لے کر جائیں۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ IMF سے ابھی بات چیت کی ہے تو یہ نتائج سامنے آرہے ہیں، بعد میں ملک کے ساتھ پتا نہیں کیا ہوگا۔ شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام چیئرمین ، شکریہ۔ میڈم پری گل صاحبہ! آپ میرے خیال میں بلوچستان کے حوالے سے بات کریں گی۔ بابر اعوان صاحب پھر ان باتوں کا جواب دیں گے اور یہ

جو معاشی مسئلہ ہے اس کے لیے میں چاہتا ہوں کہ رضا صاحب کوئی جواب دیں۔جی۔

سینیٹر آغا پری گل: جناب چیئرمین صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جس طرح آغا صاحب نے کہا کہ پورے سینیٹ میں debateہو رہی ہے اور بحث سے پہلے ہی کابینہ نے اسے منظور کرلیا۔میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اتنی مہنگائی اور اوپر سے لوڈ شیڈنگ۔ آپ سوچیں کہ یہ حکومت اس وقت کیا کر رہی ہے کیوں کہ ایک تو گیس کا مسئلہ ہے۔ ابھی انہوں نے بجلی کے ساتھ جو حشر کیا۔ لوڈشیڈنگ اور زیادہ بل۔ اب انہوں نے ایک اور تماشا شروع کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ گیس کو اتنی مہنگی کریں گے کہ ہر غریب پریشان ہوگا۔ جس طرح بلور صاحب نے کہا کہ تمام کارخانے تباہ ہو رہے ہیں' بجائے اس کے کہ آپ روٹی ' کپڑا اور مکان دیتے' کم از کم industries کو تو برباد نہ کریں۔

جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہی ہوں کہ یہ کتنی غلط بات ہے کہ جب یہاں پر بحث ہو رہی ہے اور اس کو کابینہ نے پاس بھی کرلیا تو اس بحث کا فائدہ کیا ہے۔ پھر ہم لوگ خاموش رہیں' ہمیں بولنے کی ضرورت ہی نہیں ہی ہے۔ویسے بھی سینیٹ میں یہ بے چارے بولتے رہتے ہیں کوئی کام تو اب تک ہوا نہیں ہے۔ ہم لوگ جتنا بھی بولتے ہیں اس کے بعد اجلاس ختم ہو جاتا ہے اور ہم اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں ' وہاں جب ہم پہنچتے ہیں تو غریب عوام کے دکھڑے سنتے ہیں اور ہمارا دل دکھتا ہے' دل خون کے آنسو روتا ہے۔جناب! میں رضا ربانی صاحب سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ رضا صاحب! آپ تو بہت اچھے انسان ہیں۔ جب آپ یہاں بیٹھے ہوتے تھے تو غریبوں کے لیے کتنا بولتے تھے۔ قسم سے جب یہ اپوزیشن میں تھا تو میں اس کی اتنی عزت کرتی تھی ' اب بھی کرتی ہوں مگر اس وقت اس بندے کی میں بہت زیادہ عزت کرتی تھی مگر جب سے یہ وہاں گئے ہیں' چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اللہ کا واسطہ ہے کچھ تو بولیں۔ یہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ملک بربادی کی طرف جا رہا ہے اور آپ اپنے عوام کی گردن پر خود چھری رکھ کر کاٹ رہے ہیں تو پھر لوگ کیسے دہشت گردی میں نہ جائیں۔ جب ہم عوام سے روٹی بھی چھین رہے ہیں' کپڑا بھی چھین رہے ہیں' مکان بھی ' گیس' بجلی بھی تو اس ملک کا کیا ہو گا۔

جناب چیئرمین صاحب! میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اللہ کے واسطے یہ ایوان بالا ہے ' یہ ایک یونین کونسل کا ادارہ نہیں ہے جہاں پر آئے اور گئے کل لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اس دن بھی ٹیلیویژن کا point اٹھایا تھا اس کا بھی مجھے جواب نہیں ملا۔ پھر میں نے بلوچستان کے بارے میں کہا تھا زلزلہ زدگان کے لیے کہ وہاں پر اتنی سخت سردی ہے' ان کو پیسہ دیا جائے تاکہ وہ اپنے لیے خود مکان بنا سکیں اور ان کو سبی منتقل کیا جائے کیوں کہ وہ گرم علاقہ ہے۔ اللہ کے واسطے اس طرح ظلم نہ کریں۔ یہ کہتے ہیں ہم یہ کر رہے ہیں' وہ کر رہے ہیں کم از کم اتنا تو کریں کہ وزیراعظم صاحب جائیں ' صدر صاحب وہاں پہنچیں' بجائے اس کے کہ ہم لوگ امریکہ اور ادھر ادھر کے دورے کریں' ان کا فرض تھا کہ یہ پہلے بلوچستان جاتے۔ کم از کم بلوچستان والوں کی ہمدردی تو لیتے۔ ایک مہینہ ہونے کو ہے' یہ بلوچستان نہیں گئے۔ وہاں پر اتنی بھی سیکیورٹی خراب نہیں ہے۔ اپنے بندوں سے بندہ خود ہی چھپے یہ کوئی بات تو نہیں۔ یہ اپنے عوام سے خود چھپ رہے ہیں۔ سینیٹ کے جتنے بھی لوگ وہاں گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے زندہ واپس آئے ہیں۔ اس لیے میں ان لیڈروں سے درخواست کرتی ہوں کہ ایک دفعہ وہاں پہنچیں تو سہی اور ان کے حالات زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھیں کیوں کہ سردی کی وجہ سے کافی لوگ مر رہے ہیں۔ وہاں پر گیس کی لوڈشیڈنگ بھی شروع ہوگئی ہے۔ یہ زیادتی ہے۔ بندے کو دکھ ہوتا ہے کہ کم از کم آپ لوگ جو نعرہ لگانے والے ہیں اللہ کے واسطے' خدا کے واسطے کچھ تو رحم کریں۔ کم از کم اگر یہ بلوچستان کے دس بیس ہزار لوگ بچے ہیں ان کو تو بچائیں۔ بچانے والا اللہ ہے۔ حکومت بچانے کی کوشش کرے۔ Thank you جناب چیئرمین صاحب۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈیم یاسمین صاحبہ پھر بعد میں آپ کی تقریر رہ جائے گی۔ پہلے speech کر لیتے ہیں۔ پہلے recodick کا جواب بابر صاحب دیں لیں کیونکہ ان کی آج کل بلوچستان پر ڈیوٹی ہے۔ پھر میں رضا صاحب کا intervention مانگ رہا ہوں۔ آج آپ کی تقریر ہے۔ ہم اس پر رضا صاحب سے جواب لے رہے ہیں۔ تقریر میں پھر ذکر کر لینا۔We have 23 speakers. پھر اسی میں ذکر کریئے گا۔ لیکن میں کبھی کبھی سوچتا ہوں بڑے دکھ

کے ساتھ کہ کوئی بے لوث محفل ہوتی ہے' اس میں بزرگ لوگ بیٹھے ہوتے ہیں' بیچ میں درمیانی عمر والے بھی ہوتے ہیں۔ نوجوان بھی ہوتے ہیں تو سارے بزرگوں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں کہ یہ ابھی تھوڑی باتیں کریں گے۔ تھک جائیں گے پھر یہ فجر کی نماز کی تیاری میں سو جائیں گے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں ہم سینیٹ والے اس کیفیت میں ہیں۔ بزرگ لوگوں کی طرح بس باتیں کریں گے' سو جائیں گے' فجر کی نماز کے لئے جاگیں گے' پھر نہیں سوئیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیرالدین بابر اعوان (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور): جناب چیئرمین! آپ کی جو observations ہیں سوائے آج کے دن کے وہ بڑی انصاف پر مبنی لگتی رہی ہیں۔ آج جب آپ نے کہا کہ بزرگ' تو آپ نے اشارہ ادھر کیا' درمیانی عمر والا کہا تو اشارہ ادھر کیا' بچے کا اشارہ آپ کا اپنی طرف تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے سے بھی چھوٹے ہیں۔

Senator Dr. Zaheeruddin Babar Awan: Sir, let me reply to this concern which is being agitated on the floor of the House by my dear friend Senator Kamran Murtaza regarding the recodick District Dalbandin of Balochistan

دو باتیں میں آپ کو assure کروانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہاں پر Leader of the Opposition نے اداروں کے تقدس کی بات کی' کسی جگہ پر کوئی فیصلہ جلدی' کسی جگہ پر تاخیر سے' اس پر ضرور بحث کی جا سکتی ہے لیکن موجودہ coalition government اور Pakistan Peoples Party اداروں کے حوالے سے ہم نہ صرف اداروں کے احترام پر یقین رکھنے کی تاریخ رکھتے ہیں بلکہ اداروں کے استحکام کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں۔ ابھی آپ نے دیکھا بلوچستان کے حوالے سے ایک جرگہ کیا اور انشاء اللہ جب صدر پاکستان واپس تشریف لاتے ہیں' ایک بہت اہم issue سعودی عرب کے King نے global level پر agitate کیا ہے which is a very welcome subject 'Interfaith Harmony' کے لئے dialogue اس میں وہ شرکت سے واپس آئیں گے تو بلوچستان پر political جرگہ بھی ہم کر رہے ہیں۔

دوسری بات اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قومی اداروں کے متعلق ہماری policy اس بات کی مظہر ہے کہ ہم نے نہ صرف سب کی مہربانی سے ایک متفقہ قرارداد بلکہ قرارداد کے بعد متفقہ کمیٹی اور اس کمیٹی کے بعد اب اس کی meeting بھی Monday کو انشاء اللہ ہو رہی ہے اور ہم اس راستے پر تیزی سے گامزن ہیں جدھر بدقسمتی کے ساتھ بہت عرصے تک ملک کو نہیں لے جایا گیا۔ Having said that میں یہ assurance کراتا ہوں کہ let me confirm it آپ اگر Call Attention Notice لگانا چاہتے ہیں تو you are most welcome. My ministry is responsible for this. I am ready anytime you say. We will propose it and the Leader of the House will send it and we have absolutely no issue in stopping this. We will enable you for the discussion and we will help you for coming to a right information whether what has been said by my friend is correct. If it is correct, we rectify that but first of all, let me have the correct information, what is the factual resume. Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you. کل شام تک انشاء اللہ آ جائے گی۔ رضا صاحب please take the House into confidence

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بہت سی باتیں یہاں پر کہی گئیں اور بہت سے الزامات بھی لگائے گئے۔ میں صرف ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتا ورنہ جوابات ہر ایک بات کے دیے جا سکتے ہیں اور جواب ہر ایک بات کا ہے۔ اگر آج ملک کو ایسی اقتصادی صورت حال کا سامنے ہے Where all roads but one and that is also questionable road leads to destruction تو پھر سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ یہ کس نے کیا اور کس طرح ہوا؟ لیکن میں اس وقت اس بحث میں نہیں جانا چاہتا کہ جناب شوکت عزیز کی کیا معاشی policies تھیں جن کی بنیاد پر آج ملک اس حالت پر آ کھڑا ہوا ہے کہ IMF جس کے خلاف پاکستان پیپلز پارٹی ہمیشہ رہی ہے وہ ایک ایسی مجبوری کی حالت میں

ہے کہ اس کو یہ کڑوی گولی آنکھ، منہ، ناک سب بند کر کے کھانی پڑ رہی ہے ورنہ قوم اور ملک کے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

میں یہاں پر آج اس اخباری خبر کی طرف بھی نہیں جانا چاہتا جس میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ کس طرح اس ملک کی اشرافیہ کو فائدے پہنچانے کے لئے مختلف SROs جاری کئے گئے Ministry of Finance کے اندر اور ان SROs کو Ministry کے لوگوں سے، State Bank سے پوشیدہ رکھا گیا اور اس وقت کے وزیراعظم نے over 4 billion غالباً اگر my figures are correct over 4 billion US dollars کی فلائٹ allow کی۔ اگر آج خزانہ خالی ہے تو Mr. Clean چاہے وہ مشرف ہو یا وہ شوکت عزیز ہو، اب آہستہ آہستہ ان کے گھپلوں کی اور ان کے economic crimes کی stories سامنے آ رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا economic crime تھا کہ آپ نے جب series of SROs secretly issue کئے

and you don't even let the Ministry of Finance and the State Bank come to know and over 4 billion US dollars are allowed to leave this country. Mr. Chairman, I do not want to open up that acrimonious chapter but if we are going to be accused, then I am sorry I have to say something in my defence. Yet in order to maintain goodwill, in order to maintain the atmosphere of this House, I would suffice to stop here. It has been said that we do not respect institutions, that we do not have openness, that we do not want to come to Parliament.

Mr. Chairman, look at the record of this Senate alone, the first statement on foreign affairs that came from this government, came by the Minister of Foreign Affairs on the floor of this House. The first detailed discussion on law and order that took place on the floor of this House, not once but as many times as the members wanted; the most sensitive

question of the National Security Policy which in previous days used to be decided in the Presidency alone , Cabinet was not even taken into confidence , we brought that into the joint session of Parliament . We got a unanimous resolution passed . The Speaker has now constituted a Committee so that the resolution can have an oversight on the implementation of that resolution . And yet it is being said that we have no respect for institutions.

Is it not a matter of record that in the past whenever a requisitioned session used to be called , it was scuttled in two days . In the House Business Committee you were present and in that Committee , before you , I said , "I have no problem , run the House as long as you want" . It was said that the Ministers must come and make an opening statement , a departure from our Parliamentary Practice . When had any Minister come and made an opening statement so that the dicusssion should take place? Yesterday three Ministers were here . They made their opening statements and then the discussion ensued.

We have been told that we have no respect for institutions . You would recall Mr . Chairman and I would ask the honourable member from Pukhtoon Khawa , Prof . Khurshid and the honourable member from Balochistan Mr . Mandokhel to recall that when the question of the Pakistan Steel Mills came up and we altogether collectively in the Opposition raised that issue , it was bitterly sought to be scuttled on the ground that it is subjudice before the Supreme Court of Pakistan . But it was through sheer dint of our persuasion that we forced the debate on

that and here on the issue of Qadirpur it was said that issue needs to be debated when just a preliminary step has been taken.

I would just like to make it abundantly clear that the privatization permission for OGDC was given by the CCI in 2006, when it was sought to be regiven, originally it was given in 2001 but then by way of the Supreme Court decision when they said, 'no' the list has to be redone, it was again given in 2006, but that apart, it is being alleged that in order to circumvent this session, the meeting of the CCI has been scheduled long ago. You have been a member of Cabinet. Prof. Khurshid has been a member of Cabinet. Anisa has been a member of Cabinet, these meetings are scheduled in advance and their agendas are circulated. So, the CCI was not held to circumvent the discussion over here. If we wanted to circumvent the discussion over here, we could have used other methods. We could have tried to have it hidden behind the cloak of the provincial autonomy. We could have tried to hide behind the cloak that it deals purely on a provincial basis but we did not and then what did the advisor say or the Minister say, what more transparency do you want? The Advisor said on every step whenever that takes place for Qadirpur because all that has happened right now is that it has just been approved by the CCI and after that it is a long journey. When that long journey commences, what happens whether it finally reaches the state or not that is a question which can run into years but even then he has made an offer on the floor of this House; he said that at every stage I am willing to come to this House, if you don't want the whole House, constitute a

Committee of this House, I am willing to sit with you in that Committee to address your grievances and what didthe Advisor on Interior say, Mr. Chairman, I am giving these examples for the simple reasons that I am trying to show the esteem that we hold for these Houses. We have seen their neglect for too long. We have been the victims of the neglectof these Houses and we will not allow these houses to be crucified. What more transparency do you want? The Advisor said, "form a Committee of this House as far as the forex matter is concerned, I will brief them on a daily basis if they want, I will breif them on a weekly basis if they want". If this is not respect for institutions then what it is?

Don't give us the credit. I say don't give us the credit that because credit is not what we seek. This is something that we are doing out of our commitment for democracy. This is something that we are doing out of our commitment to the federation. This is something that we are doing out of our commitment to the Constitution which says, "Parliament is Supreme". Don't give us that credit but peep down in your hearts, do have a realization that this has never happened before and that we have taken the first step. We are moving in that direction and I have no qualms in admitting sir. It is correct that the State Bank is autonomous. It is now very easy to say that it is not a state within a state. On the one hand you take credit that you are the one who granted autonomy. On the other hand if we were not to give autonomy, then it may be said that you are exercising the control of the federation like a colleague in the Opposion was making an accusation on the floor of the National

Assembly, you were sitting there. So, if you grant, you are in a problem, if you don't grant, you are still in the problem.

جناب! پنجابی میں ایک مثال ہے، "آتا گن دی ہلدی کیوں اے"

Sir, I have no qualms and I admit on behalf of the Government, I admit it was wrong, the State Bank should have waited till the conclusion of this debate. It should have waited in the conclusion of this debate but as I said we are in the infancy of democracy and if we falter somewhere, the biggest proof of our sincerity is my admission. That means that next time we will try and put things in a more clearer, in a better perspective that I would like to once again sir, through you, assure this august House and the members of this august House that we have the utmost respect that we cherish these Houses that we have given our lives and blood for these Houses and we will be the last persons to allow their undermining. Thank you sir.

Further discussion on

Prevailing Economic situation in the country.

Mr. Acting Chairman: Thank you. Prof. Khurshid please take the floor. Let's now start the debate on the economic crisis.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ میں معاشی صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ Leader of the House میاں رضا ربانی صاحب نے ان سات آٹھ مہینوں میں جس طرح اس House کو چلایا ہے اور جس طرح وہ اس کے کردار، اس کے وقار اور اس کی کارکردگی کو موثر بنانے کی کوشش کر

رہے ہیں، ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں، اس کی قدر کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔ جو چھوٹی موٹی تنقیدیں ہو جاتی ہیں وہ اپنی جگہ ہیں۔ انہیں بھی حق ہے اور Leader of the Opposition کو بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے دفاع یا اپنے نقطہ نظر کی خاطر کبھی کبھی ان حدود سے بھی آگے بڑھ جائیں جو معقولیت کا تقاضا ہے۔ میں بالکل اعتراف کرتا ہوں کہ ان کا رویہ بڑا مثبت رہا ہے اور ہماری دعا ہے کہ وہ اسی پر قائم رہیں۔ یہ بڑی اچھی روایت ہے جو وہ قائم کر رہے ہیں۔ خاص طور پر State Bank کے بارے میں میرے اعتراض کے جواب میں انہوں نے بات کہی، وہ ان کی فراخ دلی نہیں بلکہ دیانت ہے اور اس ملک کے معاملات میں ان کی integrity کا آئینہ ہے۔ میں اس کے لیے ان کو tribute پیش کرتا ہوں اور ہمارا صرف اتنا ہی مطالبہ تھا کہ State Bank کو کم از کم اتنا توقف کرنا چاہیے تھا کہ سینیٹ کا ذہن سامنے آجائے۔ جو ان کی مشکلات ہیں، جو ان کی مجبوریاں ہیں، وہ اپنی جگہ ہیں لیکن پالیسی سازی کے معاملات میں جو پارلیمنٹ کا کردار ہے اس کا احترام ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔

جناب چیئرمین! ان کو یہ tribute pay کرنے کے بعد میں اصل مسئلے کی طرف آتا ہوں۔ مجھے اس سے مکمل اتفاق ہے کہ اس وقت معاشی صورت حال بڑی گھمبیر ہے اور ہم سب بڑی مشکل میں ہیں۔ اسے ہرگز minimise نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے اس سے بھی اتفاق ہے کہ اس صورت حال کے بنانے میں بڑا حصہ ماضی کی حکومت کا تھا اور اسی لیے ہم یہ بار بار کہتے ہیں کہ محض اسے condemn کرنا، expose کرنا کافی نہیں ہے بلکہ مشرف اور شوکت عزیز اور جو بھی عہدیدار تھے، اس لیے کہ اس میں bureaucracy کا، advisors کا بھی ایک بڑا role رہا ہے، ان سب کا احتساب ہونا چاہیے اور انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ یہ جو معافی کے certificates دیے جا رہے ہیں حکومت کی طرف سے، اس سے کام نہیں بنے گا۔ جب تک کہ آپ دستور، قانون اور اس ملک کے مفاد سے کھیلنے والوں پر گرفت نہیں کریں گے، اس وقت تک یہ کھیل ختم نہیں ہوگا۔ اس لیے جہاں میں اعتراف کرتا ہوں کہ بڑا حصہ ان کا پیدا کردہ ہے لیکن وہیں مجھے یہ کہنے کی اجازت بھی دیجیے کہ 8 مہینے جو آپ کو ملے، یہ کوئی کم مدت نہیں۔ ان 8 مہینوں میں حقیقت یہ ہے کہ آپ حالات کے اوپر اپنی گرفت ثابت نہیں کرسکے۔ کوئی

economic policy package , monetary policy , fiscal policy , trade , production, poor relief

یعنی ان ساری چیزوں کو ایک package کی شکل میں لے کر آئیں، 8 مہینے اس کے لیے بہت کافی ہوتے ہیں۔ آپ اس وقت تک اس معاملے میں ناکام رہے ہیں اور اس کی ذمہ داری آپ کو قبول کرنی چاہیے اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین ! having said so میں ان issues پر آتا ہوں جو اس وقت میری نگاہ میں اولیت کے حامل ہیں۔ اس وقت ہمارا مسئلہ ہے کیا؟ ہمارا مسئلہ inflation ہے، ہمارا مسئلہ budgetary deficit ہے ' ہمارا مسئلہ trade and balance of payment deficit ہے ' ہمارا مسئلہ productive sector ہے خصوصاً agriculture اور manufacturing. ان میں کساد بازاری ہے۔ معاشیات کی اصطلاح میں اس صورت حال کو stagflation کہتے ہیں۔ یعنی وہ صورت حال کہ جب inflation کے ساتھ ساتھ stagnation بھی ہو ۔ مسئلہ صرف macro-stabilization کا نہیں ہے جو آپ کو IMF سمجھا رہا ہے۔ میں بڑے دکھ سے یہ بات کہہ رہا ہوں، میں انفرادی اور ذاتی باتیں کہنے کا عادی نہیں ہوں لیکن یہ ایک economic policy کا مسئلہ ہے۔ Bankers جن کی تربیت bail out اور borrowing میں ہوتی ہے' وہ اس کی اصل اہمیت کو، اس کی gravity کو، اس کی complexity کو، اس کی multi-dimensional nature کو نہیں سمجھ سکتے ۔ آپ کے پاس economists موجود ہیں، انہیں بٹھائیے ' یہ stagflation کی situation ہے اور جب تک کہ productive activity آگے نہیں بڑھتی ہے، commodity sector نہیں اٹھتا ہے' آپ inflation کو بھی قابو نہیں کر سکیں گے۔ Inflation کی بنیادی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ budgetary deficit رہا ہے' 190 سے budgetary deficit آپ کا 700 پر پہنچ گیا۔ اس کی وجہ آپ کا overall government expenditure ہے جس میں پچھلے سات سال کے اندر 5 times اضافہ ہوا ہے جو unjustified ہے۔ اس کی وجہ money supply ہے۔ Money supply جو 5-6% کے اندر رہنی چاہیے وہ 20% تک گئی ہے۔ یہ اس کی وجہ ہے۔ اس کی وجہ banking system سے borrowing ہے۔ یہ تمام باتیں صحیح ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ production of goods and services کی

کمی ہے۔ اس کی وجہ industrial and agricultural inputs کا مہنگا ہونا ہے۔ اس کی وجہ unemployment ہے۔ اس کی وجہ وہ climate ہے جس کی بنا پر آپ کی savings کا rate دنیا کے lowest savings rates میں سے ہے۔ اس وقت بھارت کا savings rate 30% سے زیادہ ہے، China کا 40% ہے، ملائیشیا کا 34% ہے اور آپ کا کیا ہے؟ 12-13 فی صد۔ آپ survive ہی نہیں کر سکتے۔ یہ structural problems ہیں، یہ institutional problems ہیں اور اس سے stagflation پیدا ہو رہا ہے۔ یہ جو آپ macro-stabilization کی بات کر رہے ہیں IMF کے دیے ہوئے نسخے کی روشنی میں، اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، نہیں ہوگا اور نہیں ہوگا۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم home grown strategy بنا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایک ایک بات جس کا مطالبہ IMF نے کیا ہے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، ساٹھ سال کا ریکارڈ ہے۔ ستاون ممالک میں اس کی پالیسی چلی ہے اور ناکام ہوئی ہے۔ خود ہم اس کو بھگت چکے ہیں۔

آپ نے خود یہ بات کہی آج سے ایک ہفتہ پہلے کہ discount rate نہیں بڑھنا چاہیے لیکن آج وہ بڑھا دیا گیا ہے۔ اس لیے بڑھا دیا گیا ہے کہ IMF کے نسخے کے اندر جو اہم ترین چیز ہے وہ ہے discount rate کا بڑھانا، وہ ہے subsidy کو ختم کرنا، وہ ہے foreign exchange کو flexible tone پر رکھنا، وہ ہے privatization and liberalization وہ ہے deregulation. حتیٰ کہ third world countries جن کی capital markets اپنی بنیادوں کے اوپر balance-able ہیں ہی نہیں، ان کا liberalization ہے۔ جس ملک نے liberalize کیا ہے اس کو، اس کی معیشت تباہ ہوئی ہے۔ یہ ان کا طریقہ ہے اور آپ اسی راستے پر جا رہے ہیں۔ اس لیے میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ IMF کی طرف جانا نقصان دہ ہے، disastrous ہے، اب بھی وقت ہے کہ ہوش کے ناخن لیں اور یہ کام نہ کریں۔

میں اگلی بات privatization کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ دیکھیے market economy ایک کامیاب نظام ہے اور ہر معیشت کی ضرورت ہے، اس لیے کہ efficient allocation of resources کے لیے market ایک موثر ادارہ ہے لیکن market تنہا کافی نہیں۔ Market کے ساتھ ساتھ جہاں قوانین کی ضرورت ہے وہیں ان حالات کی بھی

ضرورت ہے جن میں market imperfections اور failures کو سنبھالا جاسکے۔ نیز جن معاملات میں market چونکہ وہ نفع سے متاثر ہوتی ہے، جن میدانوں میں وہ پیداوار نہیں لاسکتی، وہ کامیاب نہیں ہوسکتی تو وہاں ریاست کو آنا پڑتا ہے۔ ریاست کا ایک مثبت role ہے۔ یہ ایک doctrinaire approach ہے کہ ہر چیز market پر چھوڑ دیں۔ آج کل کے معاشی ماہرین نے اس کے لیے ایک نئی اصطلاح وضع کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ market is okay but market fundamentalism is disastrous. تو IMF جو آپ کو راستہ دکھا رہا ہے، وہ market fundamentalism کا راستہ ہے اور آج یہ خود امریکہ، برطانیہ اور یورپ میں ناکام ہو رہا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ وہاں جو crisis پیدا ہوا ہے، اس crisis میں آج امریکی حکومت بینکوں کو own کر رہی ہے، Insurance companies کو bail out کر رہی ہے۔ 700 billion کا package وہ دے چکے ہیں اور یہ ناکافی ہے۔ برطانیہ نے تقریباً ایک ٹریلین، فرانس اور جرمنی نے تقریباً چھ چھ سو بلین کے package دیے ہیں۔ گورنمنٹ یہ role play کر رہی ہے، آپ ہمیں بتا رہے ہیں، آپ ہمیں market economy بتا رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ state participation, government participation کے بغیر خود سرمایہ دارانہ نظام اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ہمارا کیا ہوگا۔ میں یہ صاف کہنا چاہتا ہوں کہ نجکاری کی پالیسی آنکھیں بند کرکے غلط ہے۔ البتہ کچھ مقامات پر نجکاری مناسب ہوتی ہے، ضروری ہوتی ہے وہاں ہونی چاہیے۔ جہاں state ناکام رہے، جو ادارے loss میں جا رہے ہیں، جن کو strategically important قرار نہیں دیا جاتا، وہاں آپ privatize کر سکتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے دور میں سینکڑوں ادارے privatize کیے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین! میرے پاس وہ data بھی موجود ہے، اسے دیکھ کر آنکھیں کھلتی ہیں کہ جن اداروں کو privatize کیا گیا ہے انہوں نے ابھی تک جس معاہدے کے تحت privatize کیا تھا، labour نے جو suffer کیا وہ الگ ہے، پیداوار نے جو suffer کیا وہ الگ ہے، one third نے کاروبار کو بند کرکے، زمین بیچ کرکے جتنے میں privatize کیا گیا اس سے کئی گنا نفع کما لیا۔ میرے پاس انتیس اداروں کی فہرست موجود ہے کہ جن کا agreement تھا کہ وہ payment کریں گے، وہ آج تک payment نہیں ہوئی ہے اور یہ billions میں رقم

جاتی ہے تو اس سارے ریکارڈ کو سامنے رکھ کر میں کہنا چاہتا ہوں کہ نمبر ایک۔ strategic اہمیت کے اداروں کو privatize نہ کیجیے وہ public sector میں رہنے چاہئیں البتہ ان کی management professional ہونی چاہیے bureaucratic control یا سیاسی interference غلط ہے لیکن professional بنیادوں پر transparently Parliamentary accountability کے ساتھ ان اداروں کو رہنا چاہیے۔ جو profitable ادارے ہیں ان کو privatize نہیں کرنا چاہیے ۔ ان دونوں بنیادوں پر میری نگاہ میں قادرپور گیس فیلڈ کو privatize کرنا ایک قومی جرم ہوگا، میں repeat کرتا ہوں، یہ قومی جرم ہے۔ OGDC 99 billion rupees سالانہ profit دے رہا ہے۔ قادرپور گیس فیلڈ کا میرے پاس جو data موجود ہے ، میں آپ کو بتلاؤں کہ پچھلے سال royalty میں 40.57 million dollars, Federal excise duty میں 10.59 million dollars. Sales tax میں 52.30 million dollars اور income tax میں 79.08 million dollars. 182.54 million dollar کا اس گیس فیلڈ نے آپ کو contribute کیا ہے۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس کے already 25 per cent shares foreigners کے ہاتھوں میں ہیں، صرف 75 per cent ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اگر مزید 37 per cent with management آپ privatize کر دیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ادارہ آپ کے ہاتھوں سے چلا جائے گا۔ یہ ایک profitable ادارہ ہے، strategically important ادارہ ہے۔

جناب چیئرمین ! میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گیس اور آئل کی exploration میں ایک international mafia شامل ہے ۔ یہ گیس اور آئل کی multinational companies. اپنے مقاصد کے لیے explore کرتی ہیں، نفع کما کر چلی جاتی ہیں جو ملک ہے اس کے مفاد میں وہ نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ گیس اور آئل سرکاری تحویل میں رہے ۔ انڈیا میں آج بھی foreigners maximum participation کا 20 to 30 per cent ہے 70 to 80 per cent state کی ownership میں ہونا چاہیے ۔ ملائشیا میں hundred per cent state کی ownership میں ہے۔ یہ ایک strategic asset ہے۔ ساتھ ہی میں آپ کو یہ بھی بتلا دوں کہ ہمارے ملک میں آئل اور گیس کی reserve storage

ہے، صرف دس سے پندرہ دن کی storage capacity ہے۔ اگر یہ ادارے غیرملکی کمپنی کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں تو جب چاہیں وہ آپ کی آئل اورگیس کی supplies کو interfere کر سکتے ہیں جس سے آپ کا defence, transportation اور ہر چیز متاثر ہوسکتی ہے۔ یہ ایک بڑا نازک مسئلہ ہے، اس لیے میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس کی privatization ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین! میری یہی رائے SME (Small Medium Enterprise) کے بارے میں ہے اس لیے کہ SME micro finance کا ادارہ ہے اور micro finance grass roots پر کم آمدنی والے چھوٹے enterepreneur کے لیے ہے، اگر آپ اسے privatize کریں گے تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا طبقہ suffer کرے گا۔ جناب والا! مجھے معلوم ہے کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے اور نکات بہت زیادہ ہیں، میں آپ کو زیادہ آزمائش میں نہیں ڈالوں گا لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ number one حکومت کو کوئی معاشی پالیسی pressure, panic, fear and uncertainty کے تحت نہیں بنانی چاہیے اور اس وقت یہ چاروں آپ پر مسلط ہیں۔ Uncertainty ہے، pressure ہے، fear ہے اور panic ہے، خدا کے لیے اس سے نکلیے اور solid grounds پر معاشی پالیسی بنائیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ self reliance ہمارا rallying point ہونا چاہیے میں آپ کو صاف کہتا ہوں کہ بلاشبہ foreign exchange کی پوزیشن اس وقت critical ہے۔ جس وقت اس حکومت نے چارج لیا ہے اس وقت foreign exchange reserve 12 billion تھا، گزشتہ سال سترہ بلین تک گیا تھا۔ اس وقت six and a half billion ہے۔ یہ risky ہے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے لیکن حل کیا ہے، حل یہ ہے کہ آپ اپنا خرچہ کم کیجیے، آپ اپنا budgetary deficit کم کیجیے، 30 to 40 per cent curtail کیجیے اس لیے we are living beyond our means اور جب تک آپ یہ نہیں کرتے، آپ اس دلدل سے نہیں نکل سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ import کو control کیجیے جو آپ نے superficial کام کیا ہے اس سے hardly ایک بلین کی saving ہوگی، آپ کا trade deficit 20 billion dollar سے زیادہ کا ہے۔ آپ کو drastically اس کو چیک کرنا پڑے گا۔ پھر آپ کو

کو کم کرنا پڑے گا۔ آپ اس کو بڑھا رہے ہیں یہ suicidal ہے' اسے آپ کو interest rate کم کرنا پڑے گا تاکہ agriculture and industry میں activity پیدا ہو۔ آپ کو اس کے لیے incentives دینے ہوں گے اس کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں اور مجھ سے پہلے حاجی عدیل صاحب نے بھی کہا ہے کہ پاکستان کے سیاستدان ' پاکستان کے bureaucrats پاکستان کے جرنیل اور پاکستان کے businessmen ان کے جو foreign accounts ہیں it is not legal لیکن ہمیں اس کے لیے اخلاقی اور قانونی دونوں اقدام کرنے چاہیئں۔ جو data اخبارات میں آیا ہے اس کی رو سے صرف پینتالیس افراد کا 23 billion dollar ملک سے باہر ہے' اسے ملک میں واپس لائیے۔ اگر آپ یہ مثال قائم کریں گے اور اعتماد دیں گے کہ ہم اپنا پیسہ باہر سے واپس لا رہے ہیں اور تمام پاکستانیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بھی ملک کی مدد کریں اور ان کو تحفظ دیں' آئندہ کے بارے میں ایسی سکیمیں لائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ Pakistani expatriats جن کے پاس ڈیڑھ سو سے دو سو بلین ڈالر بیرونی accounts میں موجود ہیں وہ پاکستان میں اپنا پیسہ لائیں گے۔ آپ کو IMF کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے پاس یہ راستہ موجود ہے۔

تیسرا راستہ جناب چیئرمین! یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ قرضے مانگیں آپ economic projects تیارکریں' ان کی feasibility تیار کریں' ان کی marketing کریں' ان کی basis پر آپ capital لائیں اور capital آئے گا اس لیے کہ اس وقت امریکہ اور یورپ میں investment opportunities موجود نہیں ہیں۔ اگر آپ کے پاس viable projects ہوں گے اور آپ ان کو ٹھیک طرح market کریں گے اور ملک میں law and order position بہتر ہوگی، لوگوں کو investment کی گارنٹی ہوگی تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس اتنے resources آئیں گے کہ آپ ان کو properly use نہیں کر سکیں گے تو راستہ موجود ہے لیکن یہ راستہ موجود ہے جب کہ آپ کے پاس vision ہو' competent team ہو' comprehensive policy ہو اور اس کو ساتھ لے کر آپ چلیں۔

جناب چیئرمین! آخری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کام کو انجام دینے کے لیے

جس طرح ایک پارلیمانی کمیٹی war on terror and security پر بنی ہے ' initiative لیجیے قومی اسمبلی اور سینیٹ کی ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو economic package develop کرے ' خدا کرے کہ اس میں بھی ہم ایک national consensus پیدا کر سکیں اور ہو سکتا ہے بشرطیکہ آپ خلوص کے ساتھ کام کریں اور جو competent افراد ہیں ان کو اس میں involve کریں تو یہ راستہ ہے کہ national parliamentary committee on comprehensive and harmonious economic policy فوری طور پر قائم کریں - وہ emergency footings پر بیٹھ کر کام کرے اور آپ کو ایک مہینے کے اندر work progress دے تو بجائے اس کے کہ آپ IMF میں جائیں ' آپ یہ راستہ اختیار کیجیے - میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو force کیا گیا آپ کے 800 million dollars America پر مارچ سے اس وقت تک کی خدمات کے due ہیں وہ انہوں نے نہیں دیے - عالمی بینک نے تین سو ملین ڈالر کا contract کر لیا تھا اسے sound ہونا ' deliver ہونا تھا لیکن اسے رکوا دیا گیا۔ One point one billion dollar کی مار دے کر آپ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ آپ IMF میں آئیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ یہ ہم اپنے homegrown پر قسط pay کر رہے ہیں اس سے بڑی غلط بیانی کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ اس لئے خدا کے لئے اس راستے پر نہ چلیں ' جو ہمیں خطرہ تھا کہ IMF rate بڑھائے گا وہ آج State Bank نے کر دیا۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے ہمارے خدشات کی۔ اس راستے کو اختیار نہ کیجیے۔ یہ نقصان دہ راستہ ہے۔ یہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے لیکن اگر آپ بالغ نظری ' آزادی اور خود مختاری کا راستہ اختیار کریں گے تو اپوزیشن آپ کے ساتھ تعاون کرے گی اور کوشش کرے گی کہ ملک میں ایک ایسی economic policy develop ہو سکے جو ایک طرف production and growth oriented ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک صاف equity ' خوشحالی اور غریب طبقات کو اوپر اٹھانے کے لائق بن سکے۔ یہ ہے ترقی کا راستہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ابھی میں سینیٹر آغا شاہد بگٹی صاحب کو کہوں گا کہ he should take the floor.

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! ہم یہاں پر ایک اہم ایشو پر

debate کرنے کے لئے بیٹھے ہیں اور وہ ہے prevailing economic situation in the country اس حوالے سے جو دو اہم نکات سامنے آ رہے ہیں وہ یہ ہیں۔ ایک ہے privatization of Qadir Pur Gas Field اور دوسرا IMF کے حوالے سے ہے loan وغیرہ کے سلسلے میں۔ جناب چیئرمین صاحب! ابھی تک House کے اندر اور House سے باہر میڈیا پر اور public میں اب تک قادر پورگیس فیلڈ کے حوالے سے جو رائے سامنے آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ privatize نہ کیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ خدشات بے جا نہیں ہیں کیونکہ جس طریقے سے پچھلے دور میں جس انداز سے قومی اثاثوں کو اور میں یہاں پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ assessable assets کو جس طریقے سے privatize کیا گیا تھا اور جس طریقے سے اس wealth کو plunder کیا گیا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی دور کے اثرات ابھی تک ہمارے ذہنوں میں قائم ہیں کہ خدانخواستہ اب جو ہوگا یہ دوبارہ وہی تاریخ نہیں دہرائی جائے گی جو پچھلے دور میں privatization کے بارے میں ہوا تھا۔

جناب چیئرمین صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے لوگوں کو ابھی بھی یاد ہوگا کہ جس طریقے سے پچھلے دور میں حبیب بینک کو privatize کیا گیا تھا۔ یہ پاکستان کا غالباً سب سے بڑا بینک تھا۔ 49 فیصد shares اس کے صرف ۲۲ ارب روپے میں اپنے منظور نظر پارٹی کو دے دیے گئے تھے، لیکن اس میں بھی جو درمیان میں سودا کرانے والا شخص تھا، اس کا نام میں بعد میں لوں گا، وہ بھی بڑا چہیتا آدمی تھا۔ ظاہر ہے benefit اس کو دینا تھا اور پھر اس کے ذریعے benefit اوپر تک جانا تھا، اس لئے 49 فیصد shares حبیب بینک کے کوڑیوں کے دام بیچے گئے تھے۔ یہ بھی میں یہاں پر یاد دلاتا چلوں کہ ۲۲ ارب روپے میں بینک بیچنے سے پیشتر ۹ ارب روپے اس میں equity کے طور پر induct کئے گئے تھے جس میں انہوں نے گولڈن ہینڈ شیک، رائٹ سائزنگ اور ڈاؤن سائزنگ وغیرہ وغیرہ کی مد میں بینک کو trim کرکے اور خوبصورت بنا کر، میک اپ وغیرہ کرکے اپنے منظور نظر کو ایک چاندی کی تھالی میں پیش کیا تھا۔ اب تک لوگوں کو وہ یاد ہے۔ آج اگر قادر پورگیس فیلڈ کی مخالفت ہو رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! حبیب بینک لمیٹڈ کی جو ۲۲ ارب روپے کی قیمت لگی تھی وہ

بھی part payment تھی، one go payment بھی نہیں تھی اور پہلی installment جب گورنمنٹ کو دے دی گئی تو بینک اس خریدار کے حوالے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بقیہ تمام قسطیں خریدار نے بینک سے کما کر گورنمنٹ کو ادا کی ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس خریدار کو یہ بینک دیا گیا تھا وہ lowest bidder بھی نہیں تھا۔ جو سب سے lowest bidder تھا اس کو اس وقت کے وزیر خزانہ نے بلاکر کہا کہ بھئی تم اپنی bid withdraw کر لو، ہم تمہیں بعد میں adequately compensate کر لیں گے۔ تو یہ ایک آمرانہ دور تھا۔ اس دباؤ کے تحت آ کر جو lowest bidder تھا اس نے اپنا bid withdraw کر لیا پھر جو 2nd lowest bidder تھا اس کو ان تمام لوازمات کے ساتھ بینک اس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

جناب چیئرمین صاحب! آگے چلتے ہیں۔ PTCL آپ بھی جانتے ہیں اور ملک کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ پاکستان کا سب سے زیادہ profit دینے والا ادارہ تھا۔ اس کو جس طریقے سے privatize کیا گیا۔ جو bid لگی اس کے بارے میں پوری قوم کو بڑی نویدیں سنائی گئیں کہ اس کی actual قیمت یہ ہونا چاہیے تھی لیکن گورنمنٹ کی efforts سے اس کی کہیں زیادہ قیمت لگی لیکن پھر بعد میں پاکستانی قوم نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح Prime Minister sahib اور Minister sahib UAE کے چکر لگاتے رہے کیونکہ وہاں سے پیسے recover کرنے تھے کس طریقے سے PTCL کے پیسے recover کئے گئے اور وہ بھی قسطوں کی صورت میں۔ یہ قسطیں بھی بعد میں طے ہوئیں۔ قیمت پہلے طے ہوئی منظور نظر افراد کو فائدہ دینے کے لئے اور پھر انہیں benefit دینے کے لئے قسطیں بعد میں decide کی گئیں۔ پھر جب وہ UAE جاتے تھے، منت سماجت کر کے وہاں سے قسطوں کے پیسے لیتے تھے تو جو کمیشن کے پیسے ہوتے تھے وہ ڈائریکٹ وہیں سے ہی یعنی UAE سے آگے دوسرے ممالک میں remit ہو جایا کرتے تھے۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ تمام وہ چیزیں ہیں کہ جن کی وجہ سے آج اگر لوگوں کو تحفظات ہیں آج اگر ممبر پارلیمنٹ اور عوام میں نجکاری کے حوالے سے خدشات پائے جاتے ہیں تو وہ بے جا نہیں ہیں۔ جس طریقے سے پچھلے دور میں، غلط طریقے سے نجکاریاں ہوئی ہیں یہ سب

اس کا ثمر ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! کل وزیر نجکاری جناب نوید قمر صاحب نے ایک بڑی پُر خلوص آفر کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی مناسب اور جائز آفر تھی جسے اب رضا ربانی صاحب نے اپنی تقریر میں دہرایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک initial stage میں ہے۔ House جو بھی فیصلہ کرے ہم ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر House کو اعتماد میں لینا ہے' اگر House ایک سپیشل کمیٹی بناتا ہے تو ہم اس میں بیٹھ کر تمام معاملات کو discuss کریں گے' پھر جو بھی فیصلہ ہوگا تو we will go on with that. جناب چیئرمین صاحب! کیا اس قسم کی آفر آپ پچھلے دور میں تصور کر سکتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں' دن کے اجالے میں اپنی مرضی سے جس کو بلانا تھا اس کو بلا لیا اور جس چیز کو اٹھا کر دے دیا' کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ یہ ہے فرق ایک آمرانہ اور ایک جمہوری دور میں۔ جمہوری دور میں ایک وزیر نجکاری سینیٹ میں آکر یہ کہتا ہے کہ جی ہم ہر چیز پر discussion کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس سے زیادہ آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ ایک وزیر یا حکومت اور کیا کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ہم کج بحثی میں پڑیں ہم اس آفر کو فوری طور پر قبول کریں اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ کر discuss کریں اور وہ ہمیں logically بتائیں کہ جی قادر پور گیس فیلڈ کی نجکاری کس وجہ سے ملکی مفاد میں ہے' عوامی مفاد میں ہے اور اگر against کوئی بات ہوتی ہے تو وہ بھی logically across the table بیٹھ کر ایک دوسرے کو قائل کرنے اور اپنے view points بتانے کی کوشش کریں۔ میں نہیں سمجھتا کہ صرف یہ کہہ دینا کہ ہمارے تحفظات ہیں اس لیے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ تحفظات میرے بھی ہیں۔ میں بھی نجکاری کے حق میں نہیں ہوں لیکن میں اس چیز کے حق میں ضرور ہوں کہ across the table بیٹھ کر بات کریں۔ میں Treasury benches کا حصہ ہوں لیکن جو concerned ministers ہیں' حکومت کے نمائندے ہیں وہ بیٹھیں اور ہمیں بتائیں۔ ہمارے خدشات ہیں لیکن اگر وہ ہمارے خدشات دور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو بسم اللہ لیکن ایک شفاف اور transparent way ہوتا ہے اور وہ ایک process سے گزرتے ہیں تو بسم اللہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے لیکن اگر وہ ہمیں across the table قائل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر انہیں پارلیمنٹ کا فیصلہ ماننا چاہیے۔

دوسری بات جناب چیئرمین! یہاں پر چلی تھی IMF کے loan وغیرہ کی۔ میں ابھی

تک clear نہیں ہوا ہوں کیونکہ گزشتہ ایک، دو ہفتوں سے ہمارے Advisor to Prime Minister on Finance کے statements آ رہے ہیں، کیونکہ بلوچی میں کہتے ہیں کہ جی "موت سے پکڑو اور بخار پر راضی کرو" تو شاید اس لیے پہلے وہ ہمیں کافی ڈراتے رہے کہ حالات بڑے خراب ہیں۔ پلان اے، پلان بی، پلان سی۔ پلان سی میں تھا کہ اگر پلان اے اور پلان بی workable نہیں رہتے تو پلان سی کے تحت ہمیں IMF کے پاس جانا پڑے گا جو کہ ہماری last option ہوگی لیکن اب میں چند دنوں سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ اخبارات میں Advisor صاحب کے حوالے سے یہ بھی statements آ رہے ہیں کہ IMF کی ایسی کوئی خاص اور سخت شرائط نہیں ہیں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے جناب چیئرمین۔ اگر ایسی صورتحال ہے پھر تو پاکستانی قوم مبارکباد کی مستحق ہے کہ IMF نرم شرائط پر ہمیں bail out کرنے کے لیے تیار ہے لیکن میں اس بات کا کیا کروں کہ کل یہیں پر Advisor صاحب نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ جی economy بیمار ہے، we have to take the bitter pill. تو confusion یہاں سے پیدا ہوتا ہے کہ شرائط بھی نرم ہیں اور پھر آپ اس کو bitter pill سے بھی تشبیہ دے رہے ہیں۔ اگر شرائط نرم ہیں اور ہمارے مفاد میں ہیں then why one should call it a bitter pill. We should at least call it a sugar coated pill اگر full chocolate ہم اس کو نہیں کہہ سکتے تو ہم اس کو sugar coated pill ہی کہہ سکتے ہیں لیکن یہ confusion ابھی تک میری سمجھ سے بالا تر ہے کیونکہ میں economics سے ویسے بھی نابلد ہوں لیکن تھوڑا بہت اخباروں میں جو پڑھتے ہیں آج تک، I may be wrong, اور اگر کوئی میری تصحیح کردے تو I will welcome those suggestions. میں یہ سمجھتا ہوں کہ گزشتہ کم از کم پندرہ، بیس سال کے دور میں کوئی بھی ایک ایسا ملک میری نظر میں نہیں آیا جو IMF سے قرضہ لینے کے بعد صحت یاب ہوا ہو۔ جس نے بھی IMF سے قرضہ لیا اس کا مرض بڑھتا ہی چلا گیا اور جب اس نے طبیب یا ڈاکٹر کو تبدیل کیا تب جا کر اس کے چہرے پر، اس کے گالوں پر کچھ سرخی نمایاں ہونے لگی لیکن اس سے پہلے آپ کی مسکراہٹ-----

جناب قائم مقام چیئرمین: میں نے سوچا آپ یہ نہ کہہ دیں کہ IMF slow

poison ہے۔

Senator Shahid Hassan Bugti: Sir, I did not go to that extent.

جناب والا! آپ رضا صاحب کو دیکھ کر مجھے کیوں مروانے کے چکر میں رہتے ہیں۔

جناب والا! حکومت چلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جو لوگ اتنے ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں وہ ہم سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، وہ بہتر جانتے ہیں کہ جی کن شرائط پر ہو رہا ہے، کیا سخت شرائط ہیں، کیا نرم شرائط ہیں، کون سی شرائط ملک کے لیے بہتر ہیں اور کون سی ملک کے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہیں، یہ چیزیں وہ بہتر سمجھتے ہیں۔ Economic conditions بھی آج ہم رو رہے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ذمہ دار ہے پچھلی حکومت جس کے لیے جناب اسحٰق ڈار صاحب خود یہ الفاظ use کرچکے ہیں کہ جی انہوں نے figure fudging کی ہے۔

اب کیا آج IMF کے پاس جانے کی ضرورت ہے، میں اپنے آپ کو expert تو بالکل تصور نہیں کرتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک commercial ادارہ ہے، جیسے آپ ایک بینک کے پاس جاتے ہیں اور بینک جب آپ کو قرضہ دیتا ہے کھاد کے لیے، بیج کے لیے، ٹریکٹر کے لیے، انڈسٹری کے لیے تو وہ اپنے مفاد کو دیکھ کر funds دیتا ہے، آپ کے مفاد کو دیکھ کر نہیں دیتا۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ آپ کی viability کیا ہے۔ آیا آپ قرضہ return کرنے کی position میں ہیں یا نہیں ہیں۔

ہمیں جس طرح شوکت عزیز red tags میں چھوڑ کر گئے ہیں تو میں نہیں سمجھتا ان red tags کے ساتھ جب ہم IMF کے پاس جائیں گے تو IMF ہمیں نرم شرائط پر قرضہ دے گا۔ یہ میرا یقین ہے کہ جی جب ہم red tags میں جائیں گے تو وہ ہمارے ساتھ سخت رویہ رکھے اور they will make a double show کہ ان کا پیسہ کہیں ڈوبے گا تو نہیں۔ میں ان کو قصوروار نہیں ٹھہراتا۔ کوئی بھی بنیا یہی سوچے گا، کوئی بھی بینکر یہی سوچے گا لیکن ہمیں یہ بات کرکے یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں ان ان چیتھڑوں میں چھوڑ کر کون گیا ہے۔ ہمیں چیتھڑوں میں شوکت عزیز صاحب چھوڑ کر گئے ہیں۔ ہم ان چیتھڑوں میں پریشان ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ بدن کے کون سے حصے کو ہم ڈھانپیں اور کس کو چھوڑیں۔ اس condition میں

ہمیں ایک آمر چھوڑ کر گیا ہے، ایک فوجی جرنیل ہمیں چھوڑ کر گیا ہے، اس کے hand picked, stooges ہمیں اس حالت میں چھوڑ کر گئے ہیں۔ اب کچھ تو ہمیں کرنا پڑے گا۔ اب اس کے لیے نہ میں کچھ کر سکتا ہوں اور نہ ہی میں Economics کا expert ہوں۔ اب ظاہر ہے جو best available brains ہیں۔ وہی بہتر سوچ سکتے ہیں لیکن پھر سے میری ایک درخواست ہوگی میاں رضا ربانی سے کہ آپ ہاؤس کو اس حوالے سے اعتماد میں لیں، جو ہمارے ذہن میں خدشات ہیں ان کو رفع کردیں اور بسم اللہ کریں۔ ہمیں کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی کا در تو کھٹکھٹانا ہوگا۔ جس حالت میں وہ ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں ہمیں یقیناً کوئی دروازہ تو کھٹکھٹانا ہوگا۔ اب صرف بات یہ ہے کہ کون ہماری ہتھیلی پر کیا رکھتا ہے اور کن شرائط پر رکھتا ہے۔ ہم نے وہ چیزیں دیکھنی ہیں اور پھر اور عوامل بھی ہمیں مدنظر رکھنے ہوں گے۔ ہمارے پاس جو cash کا crunch آیا ہے جس کی ہم بات کرتے ہیں کہ جی ہمارے پاس import bills meet کرنے کے لیے آنے والے دنوں میں crunch exceed ہوگا لیکن میں یہاں پر یہ point out کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا oil bill جو گزشتہ ایک سال سے تقریباً shoot up کر گیا تھا، جب پچھلی caretaker حکومت تھی price of oil in international market was over around 70 dollar per barrel اور بدقسمتی سے جب یہ جمہوری حکومت آئی ایک تو international phenomenon تھا، کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا that went up to almost 147 dollars. یہ بھی ہماری خوش قسمتی کہہ لیں کہ اب وہ آہستہ آہستہ slide down ہوتے ہوتے that has come under 60 dollars اس میں بھی حکومت کو کافی breathing space مل گیا ہے۔ جب نوید قمر صاحب وزیر خزانہ تھے تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ جب یہ سو کے قریب stable ہو جائے گا تو we will be in a position to pass on this benefit to the people. چلو وہ نہیں ہوا for any reason میں اس بحث میں نہیں پڑتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب قیمتیں اتنی کم ہوگئی ہیں تو cash flow کی position اتنی خراب نہیں ہونی چاہیے۔

دوسری بات۔ جناب والا! ڈی اے پی اس ملک کی معیشت کے لیے انتہائی اہم input ہے۔ سال ڈیڑھ سال سے اس کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ تیرہ سو ڈالر فی ٹن

انٹرنیشنل مارکیٹ میں ڈی اے پی کی قیمت چلی گئی تھی۔ آپ زمیندار ہیں، میری بھی چھوٹی سی زمینداری ہے، ہم جانتے ہیں کہ پانچ ہزار روپے میں ہم ایک بیگ خریدتے رہے ہیں جس میں حکومت مہربانی کر کے تقریباً دو ہزار سے بائیس سو روپے فی بیگ subsidy کسانوں کو دے رہی تھی۔ اس میں اور بہت سے لوگ ملوث تھے جس کی وجہ سے وہ subsidy پوری طرح کسان کو pass on نہیں ہو رہی تھی لیکن anyhow حکومت اپنی طرف سے جو کچھ کر سکتی تھی وہ اس نے کیا۔ اب وہی قیمت جو تیرہ سو ڈالر فی ٹن ہوتی، وہ آج عالمی مارکیٹ میں ساڑھے آٹھ سو ڈالر فی ٹن ہو گئی ہے۔ اب جو قیمت حکومت نے subsidy دینے کے بعد مقرر کی تھی آج subsidy کے بغیر ڈی اے پی کھاد کی قیمت اس سطح پر آ گئی ہے۔ اب اگر حکومت subsidy withdraw بھی کرتی ہے تو بھی حکومت کو اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر subsidyجاری رکھتی ہے تو قیمت کو نیچے لانا چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ جناب والا! گندم میں ہمارا بڑا foreign exchange جا رہا تھا۔ وہ بھی ماشاء اللہ شوکت عزیز صاحب کی مہربانیاں تھیں۔ دو سو ڈالر میں گندم کو export کیا، پانچ سو ڈالر میں import کیا یہ تو میرے خیال میں پانچویں جماعت کا بچہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ وہ تو اپنے آپ کو انٹرنیشنل پائے کا banker سمجھتا تھا لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمیں اس ملک کو بتائے بغیر کہ جی کس منطق کے تحت اس نے دو سو ڈالر میں گندم export کر کے پانچ سو ڈالر میں import کی، لیکن اس حکومت کو تقریباً سترہ لاکھ ٹن ---

(اس مرحلے پر اذان مغرب سنائی دی)

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب والا! میں دو منٹ میں ختم کر لیتا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ تمام چیزیں foreign reserves پر strain تھیں لیکن اب گندم کی قیمت بھی luckily انٹرنیشنل مارکیٹ میں جو اس موجودہ حکومت نے سترہ لاکھ ٹن import کی تھی اس کی average price ساڑھے چار سو ڈالر فی ٹن رہی ہے۔ ہمارا ٹارگٹ ملکی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے پچیس لاکھ ٹن import کرنے کا تھا، اب انٹرنیشنل مارکیٹ میں گندم کی قیمت کم ہو کر دو سو ڈالر فی ٹن پر آ گئی ہے۔ اب سات لاکھ یا آٹھ لاکھ ٹن جو import کریں گے وہ دو سو ڈالر فی

ٹن کے حساب سے import کریں گے۔

اسی طرح ایک اور strain جو ہمارے foreign reserves پر رہتا تھا وہ edible oil تھا۔ خوش قسمتی سے گزشتہ تین چار مہینوں میں edible oil کی قیمتیں انٹرنیشنل مارکیٹ میں پچاس فیصد سے زیادہ گر چکی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں حکومت کے favourمیں جاتی ہیں جس کی وجہ سے gain تو اپنی جگہ پر ہے لیکن وہ کسی حد تک کم ہو جاتا ہے۔ انٹرنیشنل مارکیٹ میں commodity کی جو قیمتیں نیچے آئی ہیں اس کی وجہ سے ہماری حکومت کو ایک breathing space مل جاتی ہے کہ وہ اپنی تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے ایک فیصلے پر پہنچے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے بقول لیڈر آف دی اپوزیشن کے کہ جی آئی ایم ایف کے ساتھ بات طے ہوگئی ہے' ان کے ساتھ تمام چیزیں finalize ہوگئی ہیں' میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کوئی بات ہے۔ بہرحال وزیر خزانہ اور Advisor on Finance اس پر زیادہ بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں لیکن میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام اقدامات ایسے ہیں جس میں maneuvering space ہمیں مل جاتی ہے جس کو ہم اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہوئے آئی ایم ایف سے اس contextمیں بات کریں۔ یہاں پر یہ بات بھی آتی ہے کہ جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کوئی بھی lender آپ کو آپ کی شرائط پر پیسے نہیں دے گا۔ lenderجب بھی آپ کو پیسہ دے گا وہ آپ کو اپنی شرائط پر اور اپنے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے دے گا۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ ہمیں اس جگہ تک پہنچایا کس نے؟ وہ تو اپنا بریف کیس اٹھا کر چلا گیا۔ ختم کرنے سے پہلے میں ایک چیز اور add کرنا چاہوں گا کہ ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی رہی ہے کہ ہمارے ملک میں معاشی نظام کا ہمیشہ اس کو انچارج بنایا گیا ہے جو اس ملک کا کبھی stakeholder نہیں رہا ہے۔ اس شخص کو اس چیز کی کبھی فکر نہیں رہی کہ جی اگر چیزوں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو وہ کس طریقے سے affect کرتا ہے' اس کا خاندان کس طریقے سے affectہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری معاشی پالیسی track پر چلی ہی نہیں ہے۔ اب جمہوری حکومت برسراقتدار ہے I think وہ ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام فیصلے کریں گے لیکن آئی ایم ایف کا جس طرح میں نے پہلے کہا ہے کہ

جی اس چیز کو وہ بہت بہتر سمجھ سکتے ہیں لیکن جہاں تک نج کاری کی بات ہے میں دوبارہ میاں رضا ربانی سے گزارش کروں گا کہ جیسے وزیر نجکاری نے ایک بہترین تجویز دی ہے، اگر اس کو ہم حتمی شکل دے کر، اگر وہ آتے ہیں تو we should welcome it. ہمیں اس opportunity کو کھونا نہیں چاہیے۔ شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی آغا شاہد بگٹی صاحب کی تقریر سے تو ایسے لگتا ہے کہ ہمیں "نہر والے پل پر کونسے ماہی نے ہماری معاشیات کو پہنچایا"۔ نماز کا وقفہ کرتے ہیں۔ نماز پر صفدر عباسی صاحب مجھ سے ملیے گا۔ For fifteen minutes to meet again.

(اس مرحلے پر نماز مغرب کا وقفہ ہوا)

[Proceedings of the House started after the Maghrib prayers with Mr. Presiding Officer (Senator Dr. Safdar Ali Abbasi in the Chair]

Mr. Presiding Officer: I think, we should resume session now. Col. Tahir Hussain Mashhadi Sahib.

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman. The subject today is of the utmost importance for the nation as a whole.

(At this stage mike went out of order)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اس وقت mike نہیں چل رہا ہے۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, unfortunately, we are lost and we are looking for a leadership to lead us out of this abyss, this quagmire, this economic stagnation and this economic hardship in which we find ourselves--, due to which every member of this great nation is suffering today. The only good news that we can see on the political and economic horizon of Pakistan is, that we

have reached the bottom of pit, Mr. Chairman and only place to go, is to go up. So, we can hope but our nation can not live on hope alone. They need some vision, some direction and some hard choices to be made and the right leadership to bring you at par and to bring the benefits of good governance to the people. Our people deserve a better deal all round. They deserve food at reasonable prices on the tables They deserve the services like electricity, water and sanitation free of cost and if not free of cost, as cheap as possible. They deserve security. They deserve to preserve their national heritage and all their assets that they have. But unfortunately, presently we are lacking in all of this.

Mr. Chairman, it is a truth of history that when a Senate speaks, wise leaders heed and those leaders who have not listened to its Senate when it has spoken, they be the great empires, be the great countries, be they small states or may they be small developing countries like ours. They have crumbled because when the Senate speaks, it is the collective wisdom of the nation which is speaking. We are representatives of the people of Pakistan who are speaking. And why we are speaking here today, it is a matter of great concern and it is a very sad state of affairs that the government, instead of waiting for two days for this debate to finish, where the Upper House of Parliament is in session, discussing the economic situation, they are taking economic measures. It is quite obvious for the measures that have been taken, 2% incease in the interest rate, the 2% discount rate. They have projected or proposed 16% increase in prices of gas, the increase in electricity charges which has

counted and which is going to count and of course, the POL price; the price of POL today is 55 dollar and the price in the market which is being given to the poor people of Pakistan, is based on 145 dollar per barrel. Why can we not have a government be alive to the needs of the people? Why the government has not given relief that can be given is more than half. The prices of petroleum items can be brought down by half because 43% of the POL prices are in form of taxes, duties or other things.

Sir, the people are suffering, the prices of consumer items are going up. Transportation charges are going up The poor are finding it very difficult to reach the place of work and yet no relief is being given. A relief of 5 rupees is announced in petrol as if it is going to change the destiny of the country. It is so meagre that it has no effect whatsoever, especially when you have raised the prices by 50 to 60 rupees at a time in the past few months.

Then we cry and weep, we look out. We go looking for friends of Pakistan and unfortunately, to our horror and to our shame, we find none. Nobody has yet proven to be a friend of Pakistan by giving a single dollar in cash. So why don't we look inwards. We have 170 crore friends of Pakistan. We have great people which constitute this great land of ours. We have great nationalities which form this nation of ours. Why don't we look inwards? When we look inwards and if we take the people of Pakistan into confidence, we tighten our belts, I mean it from top to the bottom, I mean that if the government expenditure is curtailed, I mean that the nation lives far beyond its means and so do we as individuals.

We try to keep up with the people next door without having resources and that is causing disruption in our traditional society. We should adopt individually and collectively as a nation to live within our means. If you want to give benefits to the masses, if you want to improve the economy of Pakistan, just root out the corruption. 60% of the money of Pakistan, by successive governments, both military and civil, for the last 60 years has been eaten. It has been going on so much so that corruption has become institutionalised. So 60% of the money, the wealth of this nation is looted by the corrupt. It goes away and we have not yet found a way of stopping it and using our money for the benefit of this country.

We want stop smuggling and hoarding. Nobody in Pakistan can dare to smuggle even one sack of Atta. Nobody in Pakistan can dare to hoard even one ounce of Atta, without the connivance of the police, the Law enforcing agencies or without the protection of the influential people and without the protection of the people in power. Let us root out the smuggling. Let us root out this hoarding and corruption and we will find a better Pakistan. We will lead a better life in Pakistan. We will create a country where the poor people of Pakistan can feed a few morsels into the hungry mouths of their children, today which they can not because of the high prices of consumer items which are rising every day and making it impossible for any self respecting man or a family to make both ends meet.

Mr. Chairman, the wealth of the province which I have the honour to represent is being looted. Qadirpur Gas Fields and Dadu Sugar

Mills are being thrown away at throw away prices. If the Federation, if this government can not run the organizations, I demand that they be given to the province of Sindh to whom they actually belong. It is their property. Those are our assets. Those are the assets for our children. Those are the assets for our coming generations. We can not afford for them to be thrown away especially when they are making good money and not only that, as far as the resources are concerned, only 30% have been consumed and 70 to 75% of it is still underground which can come to the benefit of the people of Pakistan. When we talk about provincial autonomy which has been promised to us and which has not been granted to us, once that provincial autonomy comes, these assets will be the properties of the provinces. Those provinces have the right to protect their assets. The Center has no right to take away their assets and sell them out at a throw away prices and not give any benefit to the poor province.

Mr. Chairman, the province of Sindh is giving 70% of the revenue to the Center and now our assets are being thrown away. We will not tolerate it. We will not allow it and it should not be done. Human justice, the norms of internationally recognized behaviour lead us to this conclusion that justice must be done to the people and justice must be done to the provinces to whom these assets belong.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، کرنل صاحب، ذرا وقت کا خیال رکھیے۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi:

Right sir. GST is being charged on electricity bills GST can not be charged on services. Why can not the government find legal and constitutional means to tax the poor people of Pakistan. The inflated bills already are further inflated by this and by the taxes, other duties and sales tax and everything. Now the people of Pakistan have clearly shown in the streets of Pakistan that they no longer are in a position to pay for that. with regards the Governor of the State Bank, the debate is not about the autonomy of the State Bank. We have no beef with that. What we are trying to point out is that all measures taken by this present Governor of the State Bank of Pakistan are either too late or too little. This requires some sort of attention of the government Failure is never re-inforced and this government keeps on re-enforcing failure and in this way we find ourselves in this predicament.

While arrests are being made of very respectable people, who pay very high taxes, we have no objection whatsoever to the law taking its course, but Mr Chairman, there has to be a distinct difference between law breakers and law enforcers. When we see people with handcuffs being pushed around in violation of all norms of civilized behaviour, we object. But here, I must be fair and I must point out that my party did contact the Advisor on Interior and he took prompt action. We brought it to his notice that some officials of FIA and Police were indulging in this illegal type of behaviour and which is a very unsavory type of behaviour and which is giving a bad image on the TV screens. He took prompt action and for that we are grateful to him. He ordered

them for no more handcuffing and better behaviour with the under trials. Let the law take its course, let the people be tried and let justice be done, we have no objection on that score.

Mr. Presiding Officer: Colonel Sahib, I think, your time is over.

Senator Col (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Mr. Chairman, I will just finish as per your orders but it is a very sad state of affairs that the provinces still have not been given their rightful autonomy, fiscal, administrative and political. It is their right, they have been promised this by the government, they have been promised this by the coalition partners. Long time has passed and the time has come when the people at the grassroots have to be given full provincial autonomy, so they can take part in nation building and they can help to build a better Pakistan for all of us to live in. We hope that the government does take a cognizance of the sufferings of the poor masses and does something to ease their sufferings. Thank you.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس requisitioned اجلاس میں موجودہ موضوعات پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! دراصل یہ مسئلہ ایک طرح سے ناقابل علاج ہے، بنیادی طور پر ہمارے ملک میں جو بھی سالانہ بجٹ پاس ہوئے، جو مختلف plans بنائے گئے، جناب والا! ان سب کا basic pattern یہ تھا کہ آمدنی کم اور خرچہ زیادہ ہے اور خرچہ بھی ایسے شعبوں پر جو کہ productive نہیں تھے۔ جناب والا! آمدنی بھی عوام پر taxes سے ہو یعنی جو کچھ آمدنی ہوتی تھی، وہ عوام پر ناجائز taxes, indirect taxes کا بوجھ ڈال کر ہوتی تھی۔ ہم اس pattern پر

چل رہے تھے، ہر سال کے بجٹ پر اس طرح بحث ہوتی تھی جس طرح ہم یہاں بحث کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ مرض بڑھتا گیا۔ ہمارے ملک کے لیے ایک planned economy کا کوئی plan نہیں ہوا، یہ ایک بنیادی بات ہے۔ جو غریب مشرقی ممالک آزاد ہوئے ہیں، مثلاً India یا China ایسے ممالک تھے کہ انہوں نے اپنی economy کے لیے public sector کو بنیادی اہمیت دی اور public sector کے ساتھ ...national capital میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، آپ ذرا ministerial conference ختم کریں کیونکہ مندوخیل صاحب disturb ہو رہے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، آپ نے بڑی مہربانی کی ورنہ یہ پیپلز پارٹی کے چار نمائندے تھے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، سارے وزراء تھے، اس لیے میں نے ان سے کہا کہ آپ floor دے دیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، آپ نے اچھا کیا۔ جناب والا! ترقی کے لیے public sector کا راستہ تھا اور پھر national capital کا راستہ تھا۔ یہ market economy کا کہتے ہیں، market economy تھی لیکن market economy ایسی کہ وہ جو capital ہے، national interest کو نظر میں رکھیں۔ جناب والا! ایسا نہیں ہے کہ دوسرے ممالک کا دلال بن کر ان کے مفادات کی حفاظت کرتا ہو، وہ capital نہیں۔ ہمارے ملک میں اس بنیاد پر تسلسل سے کوئی کام نہیں ہوا۔ درمیان میں جو بھی مارشل لاء تھے، آمریت تھی، ہر آمریت نے اسی صورت حال کو مزید گھمبیر کیا۔

پھر جناب محترم شوکت عزیز صاحب کا دور آیا، اسی دوران دنیا نے ایک اور بات بھی کی تھی جس کو globalization کہتے ہیں۔ آپ جب اپنے ملک کی production کا، national capital کا تحفظ کرتے ہوں، اس دوران liberalization کے نام سے، de-regularization کے نام سے globalization شروع ہوئی یعنی ہماری national production کا راستہ روکا گیا۔ اس حوالے سے اس وقت ہمارے ملک کے macroeconomic indicator یعنی inflation,

growth budget کا deficit, balance of payment ' ہر پہلو پر یہ indicators ہیں کہ ہماری economy یہ ہے کہ اس وقت ملک کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ آج economics کے ماہر یا finance یا فنانس کے ماہر کہتے ہیں کہ ہمارا واحد علاج IMF ہے یعنی IMF کی جتنی بھی بیماریاں ہیں، جتنی بھی کمزوریاں ہیں، جتنے بھی imperialistic اقدامات ہیں ان سب کے باوجود الفاظ یہ استعمال ہوتے ہیں کہ یہ کڑوی گولی نگلنی ہے۔ جناب! میں بھی اس بات سے متفق ہوں۔ اس وقت جو صورت حال ہے جیسا کہ ہمارے دوستوں نے کہا، واقعی کوئی دوست ہمیں بقول Boucher کوئی net پیسہ دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ اب اس حالت میں economy collapse ہو رہی ہے اور ملک دیوالیہ ہو رہا ہے تو دیوالیہ یا IMF کے قرضے۔ اب یہ حالت ہے کہ IMF کے قرضے قبول ہو گئے ہیں کیونکہ دوسرے پہلو کے زیادہ نقصانات ہیں۔

جناب والا! ان حالات میں آج ہمیں ان حقائق کا سامنا ہے، پیپلز پارٹی کی حکومت اور ان کے coalitions مارشل لاء کے بعد globalization کے بعد برسر اقتدار آئے ہیں۔ ان کی ذمہ داری بنتی ہے، میں پروفیسر صاحب کی اس بات کی ان الفاظ میں تائید کرتا ہوں کہ economic policy کے لیے، ایک vision تیار کرنے کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی ہونی چاہیے۔ جناب والا! آج جو situation ہے یعنی آپ دیکھیں کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں اور ہمارا اپنا موقف ہے کہ ہماری فلاحی مملکت ہے اور فلاحی مملکت کے معنے ہیں کہ ہمارے ملک کے عوام کے ہر شخص کا اس میں مفاد ہو اور اس کا تحفظ ہو، اس کی فلاح ہو گی، اس کی welfare ہو گی لیکن جناب والا! آپ فلاحی مملکت کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس مملکت کا اس وقت جو national capital ہے، وہ curtail کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

جناب والا! آٹا اور گندم پاکستان میں وافر مقدار میں ہیں لیکن آج بالکل قحط ہے۔ آپ اسلام آباد میں دیکھ سکتے ہیں کہ باقاعدہ قطاریں لگی ہوتی ہیں اور بیس کلو آٹے کے حصول کے لیے لوگ باقاعدہ قطار میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اسے وصول کر رہے ہیں یعنی انہوں نے قحط کی حالت بنائی ہوئی ہے۔ ملک ذخیرہ اندوزوں کے ہاتھ میں ہے، قانون کی حکمرانی کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح کی حالت کے پہلو دیکھتے ہیں، employment کی کیا situation ہے؟ بے روزگاری

ہے یہاں پر بالکل جتنے بھی figures دیں' ابھی یہاں الیاس بلور صاحب فرما رہے تھے کہ 25% inflation نہیں ہے' فلاں نہیں ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ poverty line 35% تک پہنچ گئی ہے' inflation اس سے اور بڑھ گئی ہے اور جو دوسرے مسائل ہیں۔ جناب والا! آج ہمارے ملک میں ان حالات میں تمام economy collapse ہو رہی ہے' ڈوب رہی ہے۔ اس کا دوسرا ایک پہلو مارشل لاء کی وجہ سے' انتہا پسندی کی وجہ سے ہے' terrorism کو اتنا بڑھاوا دیا گیا ہے کہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ آپ اس کا صحیح survey کریں' آدھے ملک پر کسی کو اقتدار حاصل ہی نہیں ہے۔

باقی عام transport, ہے' transport کے trucks, ہیں' پشاور سے کراچی کے roads کوئٹہ سے کراچی کے بڑے بڑے roads اور دوسرے roads پر traffic بند ہے' transport نہیں ہو سکی۔ امن کوئی قائم نہیں کر سکا' دیکھیں کہ political agents ہیں' DCOs بھی ہیں' دوسرے بھی ہیں لیکن ملک میں کوئی امن قائم نہیں کر سکا۔ آپ اپنا پارلیمنٹ دیکھ سکتے ہیں' جیسے ہم تاریخ میں پڑھتے تھے' گوالیار کا قلعہ اور رنتھم بور کا قلعہ اور دوسرے قلعے' ہماری اب یہ حالت بن گئی ہے۔ جناب والا! یہ سب ایک دوسرے سے interaction کئے ہوئے ہیں۔ اب یہ صورت حال ہے کہ پیپلز پارٹی نے یہ ذمہ داری قبول کرنی ہے کہ ملک کو صحیح رہنمائی دینی ہے۔ اور اس کے لیے یہ نظر میں رکھنا ہے کہ یہ ایک فلاحی مملکت ہے یعنی پاکستان کے 16 کروڑ عوام کے روزگار کا حق' تعلیم کا حق' صحت کا حق' یہ سب ان کو عملی طور پر کرنے ہیں۔

جناب والا! میں اس حوالے سے یہ بات تکرار سے کروں گا کہ واقعی پارلیمنٹ کی ایک ایسی کمیٹی بننی چاہیے جو کہ economic vision پیش کرے۔ اب یہ جو passion بنا ہے globalization, liberalization, deregulation اور دوسری چیزوں کا' ان سب کے لیے IMF کی شرائط ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کی sovereignty ہے' ہمیں کوئی dictate نہ کرے۔ ہمیں اُس وقت کوئی dictate نہیں کرے گا جب ہم واقعی مل کر اپنے ملک کی economic policy بنا سکیں' وہ ہمارے ملک کے عوام کے مفاد میں ہو اور اسے عوام کی support حاصل ہو' پھر IMF یا دوسرے جو بھی ہوں' ہم ان کا علاج کر سکیں گے۔ موجودہ

گورنمنٹ نے یہ کہا ہے کہ ہم subsidy نہیں دیں گے اور اس کو ختم کرنا ہماری ترقی کا باعث ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ یورپ کے ممالک، امریکہ اپنی گندم اور دوسرے زرعی مواد کے لیے subsidy دیتا ہے اور ہمارے ہاں یہ subsidy بند ہے۔ ایران اور انڈیا subsidy دے رہے ہیں اور ان کی زراعت ترقی کر گئی ہے۔ آج پاکستان میں ایران کے میوہ جات، سبزیاں اور دوسری چیزیں آ رہی ہیں اور وہ compete کر رہے ہیں اور انہوں نے مارکیٹ حاصل کی ہے، یہ پوزیشن ہے۔

جناب والا! میں National Capital کے لیے کہوں گا کہ ہمارے جو دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ bailout کرو، bailout کرو۔ ہم bailout کے لیے تیار ہیں، میری request ہے کہ واقعی National Capital کو bailout کیا جائے لیکن National Capital کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کو اپنے ملک کے لوگوں کو سہولیات دینی ہوں گی، ایسا نہ ہو کہ آپ کو تو bailout کریں، آپ کو تو امداد دیں، relief دیں لیکن آپ غلے کا ذخیرہ کریں اور عوام کو بھوکا کریں اور بھوک سے اس پر وہ قیمت لگائیں جو کہ دنیا میں نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب ذرا وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بڑی مہربانی جناب۔ اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ public sector کو develop کریں اور National Capital کو protection دیں۔ یہ الفاظ آج کل fashion میں نہیں ہیں، protection کے الفاظ یہ globalization والے سنتے آئے ہیں وہ اس کے بڑے خلاف ہیں لیکن بغیر National Capital protection کے آپ bail out نہیں ہو سکتے، ترقی نہیں کر سکتے، عوام کی فلاح نہیں کر سکتے۔ جناب والا! یہ جو privatization کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں تو ہم بالکل اس اصول کی بنیاد پر عرض کریں گے کہ یہ جو قادرپور ہے، دادو شوگر ملز ہے، PTCL یا KESC والے ہیں، یہ تمام ہمارے ملک کے مفاد کے خلاف ہوا ہے۔ ہم اس پر تو argument نہیں کریں گے کہ فلاں کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں، نہیں یہ اصولاً غلط ہے۔ ہماری national wealth and resources کی کوئی بھی privatization بالکل غلط ہے، جیسے

ہے ' complex والا ٹیکسلا جو یہ اب ۔ تھی غلط بالکل privatization کی Steel Mills ایک یہ اور ملز ایک سٹیل تھیں دی چیزیں دو ہمیں نے China and Russia ملکوں socialist complex ' باقی کس ملک نے ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے economic bases دی تھیں، کسی نے نہیں دیں۔ میں حقیقت میں اس پر دلائل دے سکتا ہوں کہ یہ جو نجکاری کی وزارت ہے اسے ختم ہونا چاہیے۔ جناب والا! آپ کے Attorney General اور Leader of the House جرگہ کر رہے ہیں' یہ پیچھے جرگہ ہو رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : آپ لوگوں کی آواز بہت زیادہ آ رہی ہے اور مولانا عفور حیدری صاحب کی آواز بھی زور سے آ رہی ہے۔ مولانا صاحب! آپ مندوخیل صاحب کو disturb کر رہے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا! عرض یہ ہے کہ ہم privatization کے اس issue کو نہیں لیتے کہ کون سا item ایسا ہے' کون سی installation ایسی ہے کہ اس کو privatize کیا گیا ہے یا نہیں' منافع دے رہا ہے یا نہیں۔ اب PIA کی تیاری ہو رہی ہے' اس دن کے لیے اس ادارے کو دیوالیہ بنایا جا رہا ہے کہ ایک دن اچانک کوئی آئے اور کہے کہ ہم نے rescue attempt کیا ہے' ہم PIA کو بچا رہے ہیں اور وہ PIA کو خرید لیں۔ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے اور یہ بہت صحیح بات ہے اور یہ ہماری اپنی opinion ہے اور انہوں نے figures بھی دی ہیں کہ بہت سے ایسے projects ہیں جو کہ privatize ہوئے اور بعد میں ان لوگوں نے تمام زمین اور مشینری فروخت کر دی اور چل پڑے' وہ نکل گئے۔ تمام ملک میں جو privatization کا عمل ہے------

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : مندوخیل صاحب! ٹائم کافی ہو گیا ہے' اوروں کو بھی موقع دیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل : بڑی مہربانی۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے زراعت کے حوالے سے عرض کیا' subsidy کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی input ہو کہ وہ مارکیٹ میں مقابلہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے پختون بلوچ صوبہ میں

باقاعدہ گورنمنٹ نے dams and check dams کے لیے 57 billion rupees recommend کیے ہیں اور بجلی کے لیے سینیٹ نے recommend کیا، ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ژوب اور کوئٹہ تک line connect کرنے کے لیے recommend کیا اور اسی طرح دوسری ایسی چیزیں ہیں۔ جناب والا! اگر ایسا ہو تو اتنا غلہ، میوہ جات اور سبزیاں ہوں گی کہ ہم ضمانت دیں گے کہ تمام صوبے کو یہ سب کچھ سستا مل سکے گا لیکن اس پر خرچا نہیں کر رہے۔ یہ central government کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس project کی باقاعدہ allocation ہو۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، میں اس پر بات کرتا ہوں، آپ اگر اجازت دے دیں۔

بہت مہربانی جناب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل، آپ کی بہت مہربانی جناب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، رضا صاحب! یہ جو مندوخیل صاحب 57 billion کے dams والی بات کہہ رہے ہیں، یہ ہماری ان recommendations میں شامل تھی جو کہ ہم نے نیشنل اسمبلی کو بھیجی تھیں، تو میرے خیال میں کافی ساری ہماری recommendations accept ہو گئی تھی لیکن جو نہیں ہوئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ kindly آپ نیشنل اسمبلی والوں سے take up کریں کہ انہوں نے یہ آگے گورنمنٹ کو forward کی ہے یا کیا ہے۔ اگر ہم اب اس کو pursue کریں تو probably ہو سکتا ہے ہمارے یہ سارے project بھی اس میں آ جائیں۔ مجھے یاد آ گیا ہے کہ اس وقت مندوخیل صاحب نے اسے کافی شدومد سے پیش کیا تھا اور پھر ہم نے اسے ان recommendations میں شامل کیا تھا۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، جناب! وہ بالکل کیا تھا اور آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ اور میں بعد میں اس وقت Finance Minister کے ساتھ بیٹھے تھے تو بالخصوص جو recommendations بلوچستان کی تھیں اس پر انہوں نے کہا تھا کہ we will take these up later, you are absolutely correct. I will follow it.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، میرے خیال میں please اگر آپ follow کر لیں۔ جناب! وہ کرتے ہیں، میں آپ سے بالکل متفق ہوں۔ لیاقت بنگزئی صاحب۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی ، جناب والا! کل ہم نے آپ کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ میرانی ڈیم میں جو اس کا command area ہے، وہاں اس وقت زمینداروں کو کافی مشکلات ہیں۔ ان کو بیج نہیں مل رہا ہے اور اس میں مزید پندرہ دن رہ گئے ہیں، اگر پندرہ دن تک ان کو بیج نہ ملا تو ان کی زرخیز زمینیں بے کار ہو جائیں گی۔ جن کے لیے اس وقت پانی بھی ہے۔ اس وقت تقریباً پانچ ہزار ایکڑ پر زمینداروں نے ہل چلایا ہے لیکن پورے تربت ضلع میں گندم کا ایک دانہ بیج بھی نہیں ہے۔ کل ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نے بھی اس پر بات کی تھی اور میں بھی آج اس حوالے سے جناب کی خدمت میں گزارش کر رہا ہوں۔ اس بارے میں آپ فوری اقدام اٹھائیں اور وہاں بیج وغیرہ بھیجیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، ٹھیک ہے جی میں رضا صاحب سے request کرتا ہوں اس بارے میں۔ شکریہ۔ جی بیگم صاحبہ۔

سینیٹر آغا پری گل ، جناب یہ میری emergency سے بھی زیادہ emergency call ہے۔ OGRA نے گیس کی قیمت سو یونٹ کے بعد تیس سے چالیس فیصد بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے جس سے بلوچستان میں بسنے والے غریب لوگوں کے لیے پریشانی ہے، کیوں کہ سردی کی وجہ سے وہاں دن رات گیس کا استعمال ہوگا اور بلوچستان کے غریب لوگوں کو زیادہ سے زیادہ بل ادا کرنا پڑے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ OGRA کو لگام ڈالیں۔ اگر بلوچستان کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تو اس OGRA کا بوری بسترہ گول کر دیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، میری عرض سن لیں۔ OGRA کی باقاعدہ ایک public hearing ہوتی ہے جو بھی recommendations ان کے پاس آتی ہیں کسی department سے تو OGRA باقاعدہ کمیٹی announce کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ چاہئیں تو آپ اس مسئلے کو OGRA کی public hearing میں take up کرسکتی ہیں۔

سینیٹر آغا پری گل ، نہیں وہاں جانے سے تو پتا نہیں قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ میں یہاں پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ جناب چیئرمین! آپ اس پر ذرا غور کریں یہ غریبوں کے لیے خاص طور پر بلوچستان کے لیے بربادی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہماری جتنی بھی سکیمیں ہیں پچھلے دو

سالوں سے ریلیز نہیں ہوئی ہیں۔ وزیر بلدیات کو ذرا کہیں کہ خدا کا واسطہ ہے ہماری سکیمیں وہیں فائلوں میں بند کرکے رکھی ہوئی ہیں ان پر بھی ذرا غور کریں۔ یہ بہت ہی زیادتی ہے۔جتنے بھی یہاں ممبران بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھیں جو میں بات کر رہی ہوں وہ صحیح ہے یا غلط۔ دیکھیں سب کہتے ہیں صحیح ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کوئی قیامت نہیں ٹوٹے گی بلکہ آپ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ دیکھیں یہ دو سال پہلے آپ کی طرف کے وزراء کی حکومت تھی۔

سینیٹر آغا پری گل: دیکھیں آپ میری بات سنیں۔ آپ اس کو light مت لیں۔ چیئرمین صاحب! لگتا ہے آپ اس کو light لے رہے ہیں۔آپ بھی سینیٹر ہیں آپ اپنے colleagues سے پوچھیں کہ کسی کا بھی فنڈ ریلیز نہیں ہوا۔ انہوں نے دوسال سے جان بوجھ کر ہمارے پیسے روکے ہوئے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں بالکل light نہیں لے رہا۔آپ کی باتوں کو تو میں کبھی light میں نہیں لیتا۔میرا خیال ہے debate چلنے دیں پھر میں اس کو take up کرتا ہوں اور رضا صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان ساری چیزوں کو take up کریں۔ میں ابھی رضا صاحب سے کہتا ہوں کہ مجھے بتائیں وہ اجلاس ختم ہونے سے پہلے آپ کو جواب دیں گے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! جہاں تک OGRA کا تعلق ہے تو OGRA کا جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ OGRA recommendations کرتی ہے اور حتمی فیصلہ حکومت کرتی ہے اور اس سلسلے میں آپ کو اس بات کا بھی علم ہے کہ بہت مرتبہ یہ recommendations آئی ہیں لیکن وزیراعظم نے ان کو turn down کردیا ہے

so, they may make the recommendations but the government has taken no decision on it.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بی بی یاسمین شاہ صاحبہ۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ اس وقت ایوان میں بہت

اہم ایجنڈے پر بحث ہو رہی ہے۔ میں درمیان میں یہ سلسلہ توڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن بات اتنی ضروری تھی کہ میں آپ کو اس سے آگاہ کروں۔ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے بھی وقت دیا۔ جناب والا! اس وقت حاجیوں کو بہت سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ اس وقت مختلف شہروں میں مختلف جگہوں پر پاسپورٹ نہ ملنے کی وجہ سے ان کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ بچوں کے ساتھ، خواتین کے ساتھ ان کو بہت زیادہ مسئلہ ہو رہا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ پرائیویٹ طور پر گئے ہیں ان کو تو کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے لیکن سرکاری طور پر جتنے بھی لوگ یہاں سے جائیں گے ان کے لیے ابھی سے یہاں پر مختلف پریشانیاں ہو رہی ہیں۔ وہ اتنے اچھے کام کے لیے جا رہے ہیں کہ حکومت کو ان کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دینا چاہیے اور ان کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جانی چاہیں۔ ان کے لیے کافی پریشانی ہو رہی ہے۔ میری آپ کے توسط سے اور اس ہاؤس کے توسط سے گزارش ہے، رضا ربانی صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں kindly یہ وزارت مذہبی امور کو ذرا پابند کریں اور ان سے یہ کہہ دیں کہ مہربانی کرکے حاجیوں کو اتنا پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ان کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا تو ان کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو کوئی اور وقت بتاتے جب ان کو پاسپورٹ ملتے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: رضا صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی آواز بھی اس میں شامل کرنا چاہوں گا کہ یہ واقعی بہت بڑا issue بنتا جا رہا ہے اور روزانہ اخبارات میں یہ خبریں شائع ہو رہی ہیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: As the debate starts, I will try and get information before you adjourn the House.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی۔ ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب۔ تھوڑا سا چلنے دیں۔ آپ دونوں کو وقت دوں گا۔ کچھ debate کو آگے بڑھائیں، درمیان میں پھر معاملہ چلتا رہے گا۔ جی۔ نہیں کاکڑ صاحب کہیں نہیں جا رہے ہیں میں ان کو ہاؤس میں بٹھاتا ہوں۔ وہ واپس آ رہے ہیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

-(عربی)-

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ہمارا ملک شدید مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ ہم کتنی بھی صفائیاں پیش کریں لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ حالات بہت گھمبیر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو

کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین! اگر ہم نے درست فیصلے نہیں کیے تو اللہ ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ IMF سے پیسے لینے کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ اس عذاب سے ہمیں بچائے، اس مصیبت سے بچائے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ IMF میں آئی سے مراد انٹرنیشنل، م سے مراد مصیبت اور ف سے مراد فتنہ۔ انٹرنیشنل مصیبت اور فتنہ۔ اگر ہم اس میں مبتلا ہو گئے تو شاید پھر نکلنا بہت مشکل ہو گا۔ اس لیے متبادل طریقے ڈھونڈے جائیں۔ کچھ اور بولوں گا تو یہاں سے تائید ہو رہی ہے پھر وہ ناراض ہو جائیں گے لیکن بولنا پڑ رہا ہے کہ اس پر ہم مدت سے بول رہے ہیں۔ اگر کسی نے ملک کا ستیا ناس کیا ہے تو اس کو ہتھکڑی لگنی چاہیے۔ میں عرض یہ کرتا ہوں کہ کالیا کو تو ہتھکڑی لگ گئی اگر اس پر جرم ثابت ہو جائے، کوئی بھی ہو، گورا ہو یا کالا ہو، اگر جرم ثابت ہو جائے تو پھر آپ پھانسی پر لٹکا دیں لیکن اگر ہم صرف تاجروں کو بے عزت کریں تو رہی سہی جو ملک کی معیشت کی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ تاجروں کو رعایتیں دو۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں taxes میں رعایت دیں اور جو سود آپ وصول کرتے ہیں اس میں ہمیں رعایت دیں۔ ہم یہاں زیادہ سے زیادہ کارخانے لگائیں گے، لوگوں کو روزگار دیں گے۔ سودی معیشت تباہی کی علامت ہے اس لیے تو اللہ رب العزت نے فرمایا (عربی) کہ سودی معیشت پر اصرار کرنے والے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں میرے ساتھ اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ تاجر تو کہتے ہیں کہ سود گھٹاؤ ہم تو کہتے ہیں ختم کرو لیکن اگر آپ ختم

نہیں کرسکتے تو کم تو کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاجر برادری کے جتنے بھی جائز مطالبات ہیں اگر وہ مان لیے جائیں تو شاید IMF کے چنگل سے ہم بچ سکیں گے۔ یہ تاجر باہر کا پیسہ یہاں لائیں گے تو ملکی معیشت مضبوط ہوگی لیکن اگر کارروائی کرنی ہے تو سوچ سمجھ کر کارروائی کی جائے۔ بغیر تحقیقات کے کارروائی نہ کی جائے اور پھر جو خفیہ ہاتھ ہیں ان کو بھی بے نقاب کیا جائے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کا پرانا نعرہ ہے اور MRD کے دور میں ہم اکٹھے جیلوں میں تھے اس وقت سے لے کر صوبائی خود مختاری کے حوالے سے یہ وقت آگیا ہے کہ صوبوں کو خود مختار بناؤ۔ ویسے بھی پاکستان تو امریکہ کے پیچھے چل رہا ہے تو پھر United States of America کی طرح United States of Pakistan بنا دو۔ چاروں صوبوں کے معدنی ذرائع اور وسائل صوبوں کے حوالے کر دو۔ صوبوں کو خود مختاری دو۔ Foreign affairs اور currency کے سوا باقی تمام شعبے صوبوں کے حوالے کر دو۔ اس طرح مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ پاکستان تب بچے گا جب پاکستان کے صوبے مضبوط ہوں گے۔ یہاں پر موجود احساس محرومی کو ختم کر دیا جائے۔ مادری زبانوں کو آگے لے جاؤ۔ Switzerland میں' جرمنی میں' جاپان میں' چائنا میں' فرانس میں لوگ انگریزی سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ اپنی زبانیں بول رہے ہیں۔ ان کی official زبانیں اپنی ہیں۔ رابطے کی زبانیں اپنی ہیں۔ انگریز کوئی ہمارا باپ دادا لگتا ہے۔ میں تو مطالبہ کرتا ہوں کہ انگریزی کی بجائے دفتری زبان اردو کو بناؤ۔ رابطے کی زبان اردو کو بناؤ۔ باقی جتنی مادری زبانیں پاکستان میں ہیں' سندھی ہے' پنجابی ہے' پشتو ہے' بلوچی ہے ان کو ترقی دو' Primary سے لے کر Post Graduation تک جب دوسرے ترقی یافتہ ممالک کر رہے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟

میں گزارش کرتا ہوں خاص طور پر قادر پورگیس فیلڈ کے حوالے سے' یہ بات ریکارڈ پر رہنی چاہیے۔ میں جمعیت العلمائے اسلام کی طرف سے واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی بھی قیمت پر ہم قادر پور فیلڈ کو بیچنے نہیں دیں گے' بھر پور مذاحمت کریں گے اور اگر کسی بھی نفع بخش یونٹ کو بیچنے کی کوشش کی گئی تو ہم روڈ بلاک کریں گے' راستے بلاک کریں گے' دفتروں کا گھیراؤ کریں گے اور کسی بھی قیمت پر نفع بخش اداروں کو بیچنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ قادر پورگیس فیلڈ سندھ کا مسئلہ ہے۔ قادر پورگیس فیلڈ سندھ کی ملکیت ہے۔

نفع دینے والا یونٹ ہے۔ گیس کے نفع کے حوالے سے اس وقت جو صورت حال ہے میں ایک مختصر سا تجزیہ پیش کرتا ہوں تاکہ بات ریکارڈ پر آئے۔ اس وقت پاکستان میں total جو گیس کی پیداوار ہے وہ 4 thousand billion cubic foot روزانہ ہے۔ پورے پاکستان میں جو تیل کی پیداوار ہے وہ 70 ہزار بیرل یومیہ ہے اور اس میں OGDC کا جو حصہ ہے' OGDC کی جو اس میں گیس کی پیداوار ہے وہ 950 بلین کیوبک فٹ ہے اور OGDC کی جو تیل کی پیداوار ہے وہ 40 ہزار بیرل یومیہ ہے۔ کل گیس کی پیداوار میں OGDC کا حصہ 24 فیصد بنتا ہے۔ کل تیل کی پیداوار میں OGDC کا حصہ 61 فیصد بنتا ہے۔ OGDC میں قادر پور گیس فیلڈ کا کل پیداوار میں جو حصہ 58 فیصد ہے' ذرا اندازہ کریں' قادر پور گیس فیلڈ کی گیس کی یومیہ پیداوار 550 ملین کیوبک فٹ ہے۔ قادر پور گیس فیلڈ سے تیل کی پیداوار 1300 بیرل یومیہ ہے۔ قادر پور گیس فیلڈ کی ایک دن کی آمدنی 90 million روپے ہے۔ قادر پور گیس فیلڈ کی سالانہ آمدنی 21 billion روپے ہے۔

قادر پور گیس فیلڈ کے کل ذخائر گیس اور تیل کے وہ 3.3 trillion cubic foot ہیں۔ اس وقت جو موجود ہیں قادر پور گیس فیلڈ کے ذخائر اس کی قیمت ہے 12 billion dollars. قادر پور گیس فیلڈ میں جو کنویں اس وقت چالو حالت میں ہیں وہ پچیس ہیں' جو کھودے جا رہے ہیں وہ تین ہیں' جو آگے کھودے جانے ہیں وہ 160 ہیں۔ پورے پاکستان میں جو گیس استعمال ہو رہی ہے اس میں صرف اس فیلڈ کا حصہ 15% ہے۔ 18th February, 1996 میں' یہ الیکشنز بھی ۱۸ فروری کو ہوئے تھے' محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ نے اس قادر پور گیس فیلڈ کا افتتاح کیا تھا' ان کے نام کی تختی وہاں پر اب تک لگی ہوئی ہے اور افتتاحی تقریر میں محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ نے کہا تھا کہ یہ سندھ والوں کے لئے gift ہے۔ اس قادر پور گیس فیلڈ کو دو بلین ڈالر میں بیچا جا رہا ہے۔ اس کی فیلڈ کی سالانہ آمدنی 7 billion dollar. ہے۔ تین سالوں میں وہ نکل جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ بہت بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ تقریباً سینیٹ کے تمام ساتھی اس پر متفق ہیں' اس طرف ہوں یا اس طرف ہوں کہ باضابطہ طور پر یہاں سے قرارداد منظور ہونی چاہیے کہ ہم کسی بھی قیمت پر قادر پور گیس فیلڈ بیچنے نہیں دیں گے اور

اس کے ساتھ کسی بھی ایسے یونٹ کو یا اداروں کو ہم بیچنے کی اجازت نہیں دیں گے جو ملک کو کما کر دیتے ہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب۔

سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر: .Thank you سینیٹ کا یہ session ۹ نکات پر بحث کے لئے طلب کیا گیا ہے۔ یوں تو ۹ نکات ہیں لیکن مجموعی طور پر ان تمام ۹ نکات کا تعلق صرف اسنکتے سے ہے جسے good governance کہتے ہیں۔ اگر موجودہ حکومت good governance تو ایک جانب ہے صرف governance کرتی ہوئی بھی دکھائی دیتی تو اس اجلاس کے طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن شاید ایسا ہونا ہماری قسمت میں نہیں ہے اور آپ جانتے ہیں جناب چیئرمین! کہ قسمت خود تو ٹھیک نہیں ہوتی' اس کے لئے "نگاہ مرد مومن" کی ضرورت ہے لیکن جناب چیئرمین! یہ مرد مومن کیا شے ہے؟ مرد مومن کون ہوتا ہے؟ ایک عام قائد اور مرد مومن میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ کیا ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ مرد مومن کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہوتا جب کہ عام قائد محض قول کی جانب توجہ دیتا ہے فعل کی پرواہ نہیں کرتا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

آپ نے تو نوٹ کیا ہو گا' اخبارات کا آپ مطالعہ کرتے ہیں کہ ہمارے اخبارات ہمارے قائدین کے بے شمار ایسے بیانات اور اقوال سے بھرے پڑے ہیں جس میں وعدے کئے گئے ہیں، منصوبے بنائے گئے ہیں، خواب دکھائے گئے ہیں' اخبارات کو دیکھیں وزراء بیان دیتے دکھائی دیتے ہیں اور کام ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ یہ عجیب ماحول ہے ہمارے ملک کا' اس وقت عجیب قسم کا سفر ہے کہ قدم اٹھ رہے ہیں اور منزل دور ہوتی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مہنگائی پر قابو پا لیا جائے گا۔ یہ بیان آ جاتا ہے' ایک نہیں بہت سارے بیانات آ جاتے ہیں لیکن مہنگائی ہے کہ بڑھتی چلی جا رہی ہے اور سب کا منہ چڑا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غربت مٹا دی جائے گی، غربت کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن خودکشیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وطن کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ ہر بچہ پڑھے گا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی جائے گی لیکن ہر higher education کا budget اس طرح کم کر دیا جاتا ہے کہ کئی چلتے ہوئے منصوبے بند

ہو رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کاسہ گدائی پھینک دیا جائے گا لیکن IMF سے بھیک مانگنے کے لئے letter of interest بھیج دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم اخراجات میں کمی کریں گے لیکن کابینہ کی تعداد کم نہیں ہوسکتی بلکہ شاید بڑھائی جائے گی اور بلٹ پروف گاڑیوں کو درجنوں کے حساب سے ملک میں درآمد کیا جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ہم باہر سے investment لے کر آئیں گے۔ ہمیں خواب دکھایا جاتا ہے۔ جب ماحول ایسا ہو کہ باہر سے investment آئے گی پاکستان میں سرمایہ کار لائے جائیں گے لیکن ہر بڑا قائد اپنا سرمایہ ملک سے باہر محفوظ رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے کی حکومت نہیں گرائیں گے۔ کہنے کو تو یہ کہتے ہیں لیکن آج ہر جگہ جہاں coalition governments ہیں وہ مشکل میں پڑی ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم طالبان سے مکالمہ کریں گے، dialogue کریں گے، گفتگو کریں گے لیکن ہر روز پہلے کے مقابلے میں خودکش حملے بھی بڑھ رہے ہیں اور یہ خبریں بھی بڑھ رہی ہیں کہ شدت پسندوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ ہمیں یہ یقین دلایا گیا ہے اور یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم اپنی سر زمین پر مداخلت برداشت نہیں کریں گے لیکن اگر پہلے مہینوں میں چند missiles آتے تھے یا ہفتوں میں آتے تھے، اب تو تقریباً ہر دوسرے تیسرے دن missiles آنے شروع ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس طرح سے نگاہ مرد مومن نہیں پیدا ہو گی، وہ تبھی ہو گی کہ جو کہا جائے وہ کر کے دکھایا جائے۔ بارک اوباما کے منتخب ہونے پر دنیا بھر میں خوشیاں منائی گئی ہیں۔ میں بھی بڑا خوش ہوں، آپ بھی بہت خوش ہیں کہ اوباما جیتا ہے اور ہماری خوشی کی وجہ یہ ہے کہ وہ گزشتہ پالیسی کی تبدیلی کا پیامبر بن کر آیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ پہلے کی پالیسیوں کو تبدیل کروں گا لیکن کیا اوباما ہماری تقدیر بھی بدل دے گا؟ کیا اس کی خوشیوں کی وجہ سے ہمیں بھی وہ خوشیاں مل جائیں گی جو ہمارا اب مقدر ہونا چاہیے؟ کیا وہ ہمارے ووٹوں سے جیتا ہے؟ میں جناب والا! جانتا ہوں کہ امریکہ کے مسلم ووٹروں کی اکثریت نے اسے ووٹ دیا ہے لیکن وہ صرف ان کے ووٹوں سے صدر نہیں بنا ہے۔ یہودی ووٹروں کی اکثریت نے بھی اسے ووٹ دیا ہے، وہ امریکی مفادات کا صدر ہے، اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ اب اس

تبدیلی سے جو بہت امیدیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ شاخ نازک پر بنایا ہوا منصوبہ دھڑام سے نیچے آ جائے، بہتر ہو گا کہ جس طرح انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ let us be cautiously optimistic, not overwhelmingly optimist. اس لیے بہتر ہو گا کہ ہم اپنے گھر کو پہلے درست کریں۔

جناب والا! جب ہم نے 18 فروری کو انتخابات کرائے تو ہم نے جمہوریت کی دہلیز تو پار کر لی اور یہ اچھی بات ہوئی کہ اس کے نتائج بھی مان لیے گئے لیکن یہ تو آپ جانتے ہیں کہ انتخابات جمہوریت نہیں ہیں، انتخابات در اصل جمہوریت میں داخل ہونے کا گیٹ ہے کہ جب تک آپ اس سے نہ گزر کے جائیں، آپ جمہوریت کی طرف نہیں چل سکتے۔ اب ہمارا وہ سفر شروع ہوا ہے اور ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ آپ نے یہاں بھی سنا، اخبارات میں بھی پڑھا، ٹیلیویژن پر بھی بیانات آتے ہیں، میثاق جمہوریت کا ذکر ہوتا ہے۔ اس پر ایک جانب سے قائم رہنے کا ذکر ہوتا ہے، دوسری جانب سے اس کی خلاف ورزی کا دھوم دھام سے بیان آ جاتا ہے۔ ایک جانب سے میثاق جمہوریت کو قائم رکھنے کا وعدہ، دوسری جانب سے اس کے توڑے جانے کا الزام، یہ تو خیر بڑے بھائی اور زرداری صاحب کے درمیان ایک نورا کشتی کی شکل اختیار کر گیا ہے اور اب اس ٹوپی ڈرامے میں جناب والا! ناظرین اور سامعین کی کوئی مزید دلچسپی نہیں رہ گئی، اس لیے مناسب ہو گا کہ ہم ٹھوس حکمت عملی اور complete solution کی جانب آئیں۔ ملک میں تب تک جمہوریت اچھی طرح سے قائم نہیں ہو گی، جب تک بنیادیں مضبوط نہیں ہوں گی، اقتصادی معاملات اور دیگر معاملات بھی درست نہیں ہو سکتے جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لیے کچھ اقدامات کی ضرورت ہے۔

میں صدر پاکستان آصف زرداری کے اس عمل سے خوش بھی ہوں اور اس کی تائید بھی کرتا ہوں کہ ان کے پاس کچھ لوگ forward block کے گئے، میں خوش ہوں کہ انہوں نے ان کو کھانا کھلایا، اچھا کھانا کھلایا لیکن گھاس نہ ڈالی اور اس طرح سے horse trading کے خلاف عملی قدم اٹھایا، defection اور horse trading ایک ایسا سیاسی وائرس ہے جسے بر وقت روکنا اچھی سیاست اور صحت مند جمہوریت کو جنم دے گا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! اسی طرح دو عہدے ابھی بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس کا پہلے یہاں بھی اس ایوان میں ذکر ہوا اور آج بھی اس پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ دور میں پرویز مشرف صاحب نے دو عہدے رکھے، آپ جانتے ہیں، Chief of the Army Staff اور صدر کے عہدے کو سنبھالے رکھا۔ جب 2004 کے اختتام کا وقت آیا کہ وہ اپنا وہ وعدہ پورا کریں تو میں نے بذریعہ اپنے بیان اور خاص طور پر بر وقت کتاب کی اشاعت Dialogue on the Chess Board کے ذریعے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا اور تقاضا کیا کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اپنا ایک عہدہ چھوڑ دیں۔ انہوں نے مجھے بلایا اور convince کرنے کی کوشش کی اور اپنے دلائل دینے کے بعد پوچھا کہ میں کیوں اس پر بضد ہوں، میں نے ان سے عرض کی کہ صدر صاحب! دو عہدے رکھنا اور دو ایسے عہدے رکھنا جن کا دو مختلف اداروں سے تعلق ہو، جمہوریت کے پودے کو مرجھا دے گا اور اس کے علاوہ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو قوم کے ساتھ وعدہ کیا ہے اس وعدے کو نبھانا آپ پر فرض ہے اور آپ کو یاد ہوگا جناب والا! کہ جب پارلیمنٹ میں دو عہدوں کا Bill آیا تو میں نے اپنی party line کی مخالفت میں اس Bill کے حق میں ووٹ بھی نہ ڈالا اور ایوان سے اٹھ کر چلا گیا۔ صدر پرویز مشرف نے اپنے وعدے کے خلاف اور میرے بہت سارے دلائل کے باوجود دو عہدے رکھ کر ایک سیاسی غلطی کی اور اس کی ان کو سیاسی سزا ملی اور ہماری جماعت کو بھی۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان آصف زرداری صاحب نے بھی دو عہدے سنبھال رکھے ہیں۔ میں دو عہدوں کے اوپر اہم مسئلہ زیر بحث لانا چاہتا ہوں، آپ خود ایک بڑی سیاسی جماعت کے رکن ہیں، آپ کا بڑا جمہوری ذہن ہے اور اس جماعت میں بہت سارے جمہوری ذہن کے لوگ موجود ہیں جن کی گفتگو ہم اس موقع پر سنتے رہے ہیں جب دو عہدوں کا Bill یہاں پیش ہوا۔ اس وقت آصف زرداری صاحب ملک کے صدر بھی ہیں اور اپنی اہم پارٹی جو ملک کی ایک اہم سیاسی پارٹی ہے اس کے Co-Chairman بھی ہیں۔ گویا وہ اس کے بھی حقیقی صدر ہیں۔ انہوں نے بھی دو عہدے سنبھال رکھے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ صدر اور پارلیمنٹ کے درمیان توازن پیدا کریں گے۔ ان دونوں کے اختیارات کے درمیان توازن پیدا کریں گے بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ وہ 58(2)(b) کو ختم کرنے کے لیے بھی اقدام اٹھائیں گے، چلیں مان

لیتے ہیں کہ 58(2)(b) یا اس قسم کے اور معاملات اس وقت تک طے نہیں ہو سکتے جب تک پارلیمنٹ میں Bill نہ آئے لیکن اپنی پارٹی کے عہدے کو چھوڑنا تو ان کے اختیارات میں ویسا ہی ہے جیسے کہ پرویز مشرف صاحب کے اختیار میں تھا کہ وہ اپنے Chief of the Army Staff کے عہدے کو چھوڑ دیتے۔ میں یہاں آپ کی وساطت سے خاص طور پر ان کی پارٹی کے ممبران سے، جو اس ایوان کے بھی ممبر ہیں، یہ کہوں گا کہ ہماری پارٹی والی غلطی نہ کریں اور اپنے صدر، اپنے Co-Chairman کو کہیں، میں نے بھی کوشش کی تھی، میں اکیلا کامیاب نہ ہو سکا، مجھے امید ہے ان کی پارٹی میں بہت سارے لوگ ہوں گے، آپ کے درمیان بہت سارے لوگ ہوں گے جو ان کو یقین دلا سکیں گے یا ان کو سمجھا سکیں گے کہ سیاسی جماعت جمہوریت کی building blocks ہوتی ہیں، اگر سیاسی جماعت کمزور ہو جائے، بلکہ سیاسی جماعت کی کمزوری ہی کی وجہ سے اس ملک میں مداخلتیں ہوتی رہیں اور اگر سیاسی جماعت مضبوط نہ ہوئی تو یہ ملک کے لیے نقصان دہ ہو گا۔ لہٰذا اگر انہوں نے اپنا وہ عہدہ جو کہ سیاسی جماعت کا عہدہ ہے، وہ بھی اپنے پاس رکھا اور ملک کی صدارت کا عہدہ بھی اپنے پاس رکھا تو میں آپ کو تجزیہ نگار کے طور پر بتاتا ہوں اور اپنے تجربے کی بنا پر انتباہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ 2008 کے اختتام سے پہلے ایسا نہ کیا تو وہ بھی وہی غلطی کر رہے ہوں گے جو پرویز مشرف نے 2004 میں کی اور دو عہدوں میں سے ایک کو نہ چھوڑ سکے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ذرا وقت کا بھی خیال رکھیں۔

سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر: ضرور جی۔ جناب والا! یاد رکھیں کہ تاریخ میں نتیجے تبدیل نہیں ہوا کرتے، تاریخ سیدھی چلتی ہے اور تاریخ میں جو واقعات رونما ہو جائیں تو دہرائے جانے پر ان کا نتیجہ بھی وہی ہوتا ہے۔ میں اب آپ سے آخر میں صرف دو گزارشات کروں گا۔ میں نے سنا ہے Local Bodies Ordinance میں کچھ تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں۔ ہر وہ چیز جو پرویز مشرف نے کی ہو، اس کی مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ Local Bodies Ordinance اور اس کے مطابق جو نظام بنایا گیا ہے، وہ نظام تقریباً ویسا ہی ہے جو برطانیہ میں دیکھا جاتا ہے، جو امریکہ میں پایا جاتا ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ عوام

اپنے نمائندگان پر ذمہ داری ڈالیں bureaucrats ان کے اوپر نہ ہوں۔ اگر بیوروکریسی کو دوبارہ لا کر مسلط کیا گیا جیسا کہ کوشش کی جا رہی ہے خواہ کسی ایک صوبے میں، وہ بالکل غلط کام ہو گا اور پھر ہم دوبارہ اسی zero point پر چلے جائیں گے۔

اسی طرح ایک دوسرے صوبے کی جانب سے خبر آئی ہے کہ وہاں عورتوں کے تناسب کو، خواتین کے تناسب کو کم کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ خدارا، ایسا نہ کریں۔ ہماری خواتین نے جہاں جہاں ان کو موقع ملا ہے، جہاں جہاں ان کو موقع دیا گیا ہے، نہایت ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے پوری طرح سیاست میں حصہ لیا ہے اور وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مردوں سے کسی صورت میں کم نہیں رہی ہیں۔ ان کو اپنے شانہ بشانہ لے کر چلیں اور ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔ یہ ترمیم ہرگز نہ لے کر آئیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! اب آخر میں مجھے دو چار مبارک باد دے لینے دیجیے کیونکہ مبارکوں کا سلسلہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ میں کچھ مبارکباد individuals کو دینا چاہتا ہوں، کچھ اپنے آپ کو اور کچھ قوم کو کیونکہ مایوسی ہی کی اکثر باتیں ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے تو میں جناب رضا ربانی صاحب کو مبارک دینا چاہتا ہوں کہ درجہ بدرجہ، اللہ تعالیٰ ان کو نئی ذمہ داریاں دے رہا ہے اور اب جو ذمہ داری ان کو دی گئی ہے کہ وہ ہمارے صوبوں کے درمیان اتفاق رائے پیدا کریں، یہ ایسی ذمہ داری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے تو ہم سب بھی اس سے سرخرو ہوں گے اور انہیں اور خود کو مزید مبارک دینے کا موقع حاصل کر سکیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں ان کو مبارک دیتا ہوں۔

میں قوم کو مبارک اس بات کی دینا چاہتا ہوں کہ ایک اچھی خوشخبری آئی ہے کہ ہمارے ایک Mayor، کراچی کے Mayor کو دنیا کا دوسرا بہترین Mayor تصور کیا گیا ہے اور جس کا اعلان کیا گیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ پاکستان سے متعلقہ یہ اچھی خبر آئی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

دوسری اچھی خبر یہ آئی ہے کہ ہماری Governor State Bank of Pakistan کو دنیا کی نویں یا دسویں بہترین گورنر گنا گیا ہے، یہ بھی پاکستان کے لیے خوش آئند ہے۔ ان

الفاظ کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ قوم میں صلاحیت موجود ہے، مٹی زرخیز ہے صرف نمی کی ضرورت ہے۔ ایسے اقدامات کریں جو قول و فعل میں تضاد کو کم کریں اور جو جمہوریت کو آگے لے کر جائیں۔ بہت بہت شکریہ۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ جی۔ جی سینیٹر کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں کاکڑ صاحب کی موجودگی میں بات کرنا چاہ رہی ہوں، honourable Minister یہاں پر بیٹھے ہیں۔ جناب! میں اس floor پر دو یا تین دفعہ اس سوال کو اٹھا بھی چکی ہوں اور اس کا جواب بھی ان سے پوچھنا چاہا ہے کہ میں نے جا کر کاکڑ صاحب کی موجودگی میں بڑی مشکلوں سے اپنے PS کے لیے جو کہ گریڈ 18 کا افسر ہے، ایک گھر allot کروایا۔ وہ گھر اسے تین دفعہ allot ہوا، پتا نہیں کن وجوہات کی بنا پر جب وہ اس گھر میں جانا چاہتا ہے، وہ گھر کسی دوسرے کو stay کے باوجود allot ہو جاتا ہے۔ جناب! میں کاکڑ صاحب سے یہ پوچھتی ہوں کہ ایسے گھر بھی موجود ہیں جہاں ایک ڈاکٹر گزشتہ 14 سال سے مسلسل practice کر رہی ہے، اس نے گھر کو commercialize کیا ہوا ہے، ڈیڑھ لاکھ فیس وہ delivery کی لے رہی ہے، کیا کاکڑ صاحب کی knowledge میں یہ باتیں نہیں ہیں؟ جناب! ایسے گھر بھی ہیں جہاں beauty parlour کھلے ہیں، ایسے گھر بھی ہیں جہاں ریستوران کھلے ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ ان کو کم عرصہ ہوا ہے ministry میں، کاکڑ صاحب میرے ہی صوبہ بلوچستان کے منسٹر ہیں اور میرے بھائیوں کی طرح ہیں، مگر میں on the floor ان سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ چیزیں ان کو نظر نہیں آ رہی ہیں؟ کیا وہ یقین دہانی کرائیں گے کہ ایک بندہ جو گھر کا commercial استعمال کر رہا ہے-----

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال میں آپ کی بات سمجھ میں آگئی ہے، جی کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (وفاقی وزیر برائے تعمیرات و رہائش): شکریہ۔ جناب چیئرمین! سینیٹر صاحبہ بجا فرما رہی ہیں۔ مجھ سے پہلے جو مہربان تھے 2010 تک کی قیمت اڑھائی

لاکھ سے ساڑھے تین لاکھ میں پوری government property اسلام آباد میں بچ چکے ہیں۔ جس گھر کی سینیٹر صاحبہ نشاندہی فرما رہی ہیں، یہ سو فی صد درست ہے۔ اس خاتون کو گھر allot نہیں ہوا تھا، 1992 میں اس نے Ministry of Housing and Works سے ایک عجیب letter لیا تھا۔ اس وقت جو Additional Secretary تھے Finance میں، ان کو یہ permission ملی تھی، اب قیمت کیا ادا ہوئی، ادا ضرور ہوئی ہے یہ confirm ہے، کتنی ہوئی ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے، اس میں یہ لکھ کر دیا گیا تھا کہ موصوف کی خاتون خانہ اس میں ایک medical practitioner کے طور پر as a business centre اس کو استعمال کر سکتی ہیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اس لمحے تک، جیسے ہی اس حکومت کے نوٹس میں یہ بات آئی، اس پر ہاتھ ڈالا گیا۔ انہوں نے ایک غلط affidavit یا غلط application, Ministry of Housing میں جمع کرائی کہ گھر ہمارے پاس ہے اور میں government service میں ہوں اور اس کو صرف residential purpose کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

سینیٹر کلثوم پروین: اس نے جو medical centre بنایا ہے، میرے پاس اس کی تصویریں ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر صاحبہ! میرے خیال میں اگر آپ کو وہ جواب دے رہے ہیں، اگر آپ نے مزید کوئی بات کرنی ہے تو ایسے formally آپ take up کر سکتی ہیں question کے ذریعے یا کسی motion کے ذریعے۔ میرے خیال میں اگر کوئی debate والا معاملہ ہے تو پھر تو آپ اس کو صحیح طریقے سے اٹھائیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب والا! میری منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ آپ اس پر action لیں، ان گھروں کو خالی کروائیں جو commercial استعمال ہو رہے ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: جناب چیئرمین! اگر مجھے اجازت دیں تاکہ میں بات پوری کرسکوں۔ اگر میں بھول نہیں رہا ہوں تو by illegal means یا by fraud یا by mis-statement مئی 2008 میں یہ گھر اس کو allot ہوا۔ اب جب منسٹری کے نوٹس میں یہ آیا کہ اس کو تو as commercial building استعمال کیا جا رہا ہے، اس پر hospital کا بورڈ

لگا ہے اور سینیٹر صاحبہ بجا فرما رہی ہیں کہ ایک delivery case کا in between ستر، اسی ہزار اور سوا لاکھ daily ایک کیس کے لیے جا رہے ہیں۔ ہم نے فوراً اس allotment کو cancel کیا اور اس پر اس معزز House کے ایک سینیٹر صاحب آگ بگولہ ہوئے اور اس نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے اور یہ کیس آپ کے نوٹس میں آئے گا۔ اطمینان رکھیے، ہم House کو یقین دلا رہے ہیں کہ جتنے بھی اس طرح کے گھپلے ہوئے تھے، یہ اس حکومت کا کارنامہ ہے کہ اس نے ان cases کو طشت از بام کیا ہے۔ ہم اس House کے ساتھ committed ہیں کہ ایسے cases کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں، آپ نے موقع دیا کہ میں آج کے موضوع پر تھوڑی بات کر سکوں۔ بڑی خوبصورت بات کی کرنل صاحب نے کہ the government can not run its organizations. ان کا اشارہ تھا غالباً ہمارے ہاں جو سب سے بڑا بحران ہے اس کی طرف۔ ہمارے ہاں جو سب سے بڑا بحران ہے وہ energy کا ہے، بجلی کا ہے اور سب حیران ہیں کہ یہ کیوں ہے؟ مجھے آج ایک خط آیا جو میں House کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں کہ واپڈا کے employees کس کام پر لگے ہوئے ہیں اور کیونکر یہ بحران ختم ہوگا؟ I wish کہ آج یہاں پر ہمارے وزیر پانی و بجلی موجود ہوتے، تو میں پڑھ کر سناتا ہوں۔

"گزارش ہے کہ آج کے دور میں، میں نے اتنا ظلم کبھی نہیں دیکھا کہ جو آدمی FESCO کی بدنامی کا باعث ہو، FESCO اس کو اور مراعات سے نوازے۔ میری مراد عمر حیات گوندل، SDO سرگودھا سے ہے۔ وہ پہلے دو سال Lines Sub-Division میں تھے، وہاں انہوں نے روبینہ صادق نامی لڑکی سے عشق رچا رکھا تھا اور اسے سرکاری گاڑی میں لے کر گھومتا رہتا تھا، دفتر میں اس کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ اس کو گھریلو میٹر بھی چوری لگوا کر دیا تھا اور اس کے باپ کے نام پر industrial میٹر بھی چوری میں ملوث پایا گیا"

(ایوان سے "سبحان اللہ" کی آواز آئی)

جس کی بنا پر محکمہ نے اسے سول لائن سے تبدیل کرکے داؤدخیل لگا دیا لیکن اس نے سفارش اور پیسے دے کر I repeat, SDO کس کو پیسے دیتا ہے' اپنی posting and transfer کیسے کراتا ہے' پھر نظام کیوں نہیں چلتا ہے اور اگر وزیر صاحب کہیں مجھے پتا نہیں ہے' I don't believe this. اس لیے وہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی ہاتھ لگا کر دکھائے۔ اس کی بات آدھی بھی سچی ہو this reflects one way WAPDA is being run. اور آگے لکھتے کیا ہیں جی' اس نے سفارش سے اپنے پیسے واپس کروا دیے اور اس سے سبق حاصل کرتا لیکن اس نے سرگودھا واپس آکر اپنی پرانی عادت نہ چھوڑی اور سرعام سارا دن واپڈا کی گاڑی میں اسی لڑکی کو لے کر گھومتا ہے اور ویسے بھی بدنامی کا باعث ہے ۔ اس سے قبل جب موصوف سب ڈویژن میں تھےتو وڈیووالا بنگلے میں intelligence والوں نے ایک لڑکی کے ساتھ فحش حرکات کرتے ہوئے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا' پھر اس نے پیسے دے کر معاملہ دبوا دیا۔ سرکاری گاڑی میں وہ روبینہ صادق کو لے کر لاہور گھومنے گیا جس کی رپورٹ intelligence والوں نے کی لیکن معاملہ دب گیا۔ اس کا کچھ نہیں ہوا۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو آدمی ہر وقت سرکاری گاڑی اپنے ذاتی کاموں کے لیے استعمال کرے' عورتوں سے ناجائز تعلقات سرعام رکھے ' پھر اپنی مرضی سے اپنی پوسٹنگ کروا لے اور سرعام کہے کہ وہ واپڈا کا افسر ہے' اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا' میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں' وغیرہ وغیرہ---

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، یہ کوئی signed letter ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، یہ signed letter ہے and written to me also.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، یہ بڑے ذاتی نوعیت کے الزامات ہیں۔ ان کی انکوائری ہونی چاہیے اگر آپ چاہتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، چونکہ مجھے خط لکھا گیا تو میں نے Chief Executive Officer FESCO, Faisalabad Region کو فون کیا تو میں نے کہا کہ ایک درخواست میرے پاس آئی ہے' آپ کے پاس بھی آئی ہوگی تو انہوں نے کہا کہ ہاں جی یہ درخواست میرے پاس آئی ہے ۔ میں نے اسے دیکھا ہے اور یہ درست ہے لیکن مصیبت کی بات یہ ہے کہ میں کچھ کر

نہیں سکتا۔ پھر میں نے اسے خط لکھا کہ خدا را اس کے اوپر کچھ کام کرو then I wrote a letter to the Secretary of Water and Power کہ آپ کے Chief Executive Officer اتنے بے بس ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں بے بس ہوں تو what does it indicate اور یہ ایک آدمی کی بات نہیں ہے، ایسے سینکڑوں لوگ ہوں گے 'who are parasites in the department اور ہم روتے پھرتے ہیں کہ واپڈا نہیں چل رہا۔ کرنل صاحب نے بڑی خوب صورت بات کی کہ when the Government can't look. after and control its workers that, government is no government. اب جب ایک آدمی یہ کہے کہ میرے ہاتھ بڑے لمبے ہیں، میں کہتا ہوں یہ درخواست آدھی جھوٹی ہوگی لیکن Chief Executive Officer کہہ رہا ہے درخواست سچی ہے لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا، دیکھیں جی! میں نے مرنا ہے، اگر وہ آدمی اس کو یہ باور کراتا ہو کہ میری appointment میری transfer وزیر صاحب نے کی ہے تو Chief Executive Officer کی کیا جان ہے کہ اس کو کچھ کہے۔ رضا ربانی صاحب کی وساطت سے I give all these letters to you اور یہ درخواست کروں گا کہ ایسے تمام لوگوں کا محاسبہ کریں اور یہ نہ کہیں کہ واپڈا نہیں چل رہا۔ جب تک آپ ایسی بات نہیں کریں گے واپڈا میں آپ جتنے مرضی پیسے ڈالتے جائیں، یہ جو ہم آئی ایم ایف میں بھاگتے ہیں، کیوں بھاگ رہے ہیں، کیا آپ نے پیسے لے کر ان کے حوالے کرنے ہیں تو میری بڑے ادب سے گزارش ہے کہ government runs on the joints which regulate the control جب تک وہ رخنے آپ ٹھیک نہیں کریں گے اور جہاں Chief Executive کہہ رہا ہے کہ میں SDO کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ جناب یوں ہوتا ہے جب SHO کو Chief Minister appoint کرے تو پھر وہ IG کے ماتحت نہیں رہتا۔ لہٰذا اس بات کو seriously لیا جائے by the government in all districts جہاں جہاں کسی کی شکایت ہے اس کو دیکھے اور action لے تاکہ ہم آگے چل پڑیں۔

جناب والا! میں دوسری گزارش کرتا ہوں کہ جب ہم بجلی کی، توانائی کی بات کر رہے تھے تو بات about economic conditions ہو رہی تھی۔ اس میں یہ جو ہم آئی ایم ایف کی بات کر رہے ہیں let me simplify it. کہ ایک زمیندار ہے، شاید ایک مربعے کا مالک ہوگا۔ اس

کے اوپر وہ قرضہ لے کر ٹریکٹر لیتا ہے۔ اسے اس پچیس ایکڑ کی کاشت کے لیے ٹریکٹر نہیں چاہیے ہوتا، پھر اس کو وہ بیچ دیتا ہے اور اس کو بیچ کر اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا ہے اور اس کا جو قرضہ ہے اس میں اس کی پچیس ایکڑ زمین بک جاتی ہے۔ ہم بھی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ پاکستان کو بنیے کے پاس ہم گروی رکھ رہے ہیں اور جب اس پیسے کو ہم بے جا استعمال کریں گے تو پھر آپ کہیں گے کہ ہمیں پچھلی حکومت نے مروا دیا۔ جو آئندہ والے ہیں وہ ہمارے متعلق وہی الفاظ استعمال کریں گے جو ہم پیچھے والوں کے متعلق کر رہے ہیں بجائے آئی ایم ایف سے قرضہ لینے کے کیوں نہیں ہم اپنی زراعت کو دیکھ لیتے۔ بہت باتیں ہوئیں on pesticides, بہت باتیں ہوئیں بجلی پر، بہت باتیں ہوئیں زراعت کے implements پر، میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس میں مزید سرمائے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارا نہری نظام ہے، جہاں جہاں نہریں ہیں، پانی ہے، پانی کے بغیر زراعت نہیں ہوسکتی۔ جناب چیئرمین! آپ گاڑی لیں اور پنجاب کے کسی ضلعے میں چلے جائیں، آپ کو کسی نہر کا کنارہ مکمل نظر نہیں آئے گا۔ اگر نہر کے کنارے ٹوٹے ہوئے ہوں گے تو پانی کیسے لگے گا، کہتے ہیں کہ اتنے ہزار میل ہم نے کھالے بنا دیے، ذرا جا کر دیکھیے گا۔ ہم میں سے بیشتر کو نہیں پتا کہ ٹیل کیا ہوتی ہے۔ ٹیل نہر کا وہ حصہ ہے جو نہر کا آخر ہوتا ہے جہاں پر تین، چار دیہات کو چھوٹا سا حصہ پانی دیتا ہے۔ قانون کیا ہے کہ اس ٹیل پر کسی بھی زمیندار کو باغ لگا کر پانی منظور کرانے کی اجازت نہیں ہے۔ جتنے MPAs, MNAs, Chairmen, Ministers, Nazmeen ہیں، جن کے رقبے ان ٹیلوں پر ہیں، انہوں نے باغات کے نام پر اپنے نام پانی منظور کرایا ہوا ہے اور باقی لوگ پانی سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس وقت حکومت کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ماضی کی حکومت نے کیا، برا کیا، غلط کیا، let us rectify it now. یا تو قانون نہ بنائیں اور اگر بنائیں تو اس پر عملدرآمد کرکے دکھا دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم water management ٹھیک کر دیں، drip irrigation کی بات نہ کریں، جیسے نظام ہے اس کو چلا لیں، نہر کے کنارے کو ٹھیک کر لیں، پٹڑی کو ٹھیک کر لیں، وارابندی کو ٹھیک کر لیں، نہر کی ٹیل کو ٹھیک کرلیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری زراعت بہت بہتر ہو جائے گی۔

Thank you very much.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: لیاقت علی بنگزئی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! میں حزب اختلاف کا خاص طور پر شکرگزار ہوں کہ انہوں نے یہ requisition دے دی اور آج ایک انتہائی اہم مسئلے پر پورا ایوان کوئی نہ کوئی راہ نکالنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھا ہوا ہے اور مجھے امید ہے انشاء اللہ کوئی نہ کوئی راہ نکل پائے گی۔ جناب والا! اس وقت اگر میں یہ کہوں کہ اس ملک میں معیشت کے حوالے سے جو بحران ہے ہمیں اپنی تمام توجہ اس پر مرکوز رکھنی ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ جناب والا! کچھ ایسے حقائق ہوتے ہیں جن سے روگردانی یا چشم پوشی ملک کے لیے بہتر نہیں ہوتی ہے، ہمارے economic مسائل کی جو management کرتے ہیں ان کو بھی اس ملک کے مستقبل کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے اور ان مفادات کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ جن کے تحت ہماری اگلی نسلیں جب آئیں گی تو ان کے پاس کم از کم ایک آزاد اور ہر لحاظ سے خود مختار، خواہ سیاسی حوالے سے ہو، معاشی حوالے سے ہو، خواہ سماجی حوالے سے ہو ایک خود مختار مملکت ہونی چاہیے۔ بد قسمتی سے گزشتہ ۶۱ سال سے، میں تو سمجھتا ہوں کہ جس دن سے ہمارا ملک آزاد ہوا، روز اول سے ہی ہم نے جو بنیاد رکھی وہ ٹیڑھی جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور اس میں دو رائے بھی نہیں ہوسکتیں۔ ہم کسی ایک کو قصور وار بھی نہیں ٹھہرا سکتے کیونکہ (فارسی) اگر ہمارے معمار پہلے دن سے اس اینٹ کو ٹیڑھی رکھیں گے تو اگر آپ اس دیوار کو آسمان تک لے جائیں وہ اسی طرح ٹیڑھی ہو گی۔

جناب چیئرمین! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے، نہ حزب اختلاف کو اور نہ حزب اقتدار کو۔ ہمیں ورثے میں یہ ملا ہے۔ ایک لیڈر کا یہ فرض نہیں ہوتا کہ لکیر کا فقیر بن کر جس طرح کی economic policy ہمیں ۶۱ برس میں ملی ہے اس کو ہی follow کر لیں۔ ایک بہترین economic manager وہ ہوتا ہے جو ملک کی معاشی حالت کو سیدھا رکھنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے، کوشش کرتا ہے۔ ذاتی قربانی بھی دینی پڑے تو ایثار سے بھی کام لیتا ہے، لیکن یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہمیں یہ وراثت میں ملی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، لیکن آخر ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔ ہمیں بھی تو اس کو سیدھی ڈگر پر لانا چاہیے۔ میں

سمجھتا ہوں اس وقت ہم ایک ایسے دو راہے پر کھڑے ہیں کہ جیسے کہتے ہیں کہ do or die ہمیں مستقل طور پر IMF, World Bank یا جو بھی عالمی مالیاتی ادارے ہیں ان کو خیرباد کہنا چاہیے اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے چاہییں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر دو، تین سال تک ہم میں یہ جرات ہو کہ ہم اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ سکتے ہیں تو ہمیں اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! اس وقت صوبہ بلوچستان میں جو گولڈ، کاپر پراجیکٹ ہے، میں نے اس کی مالیت کے بارے میں وہاں سے پوچھا ہے اور اس کے جو ذخائر ہیں وہ اتنے کافی ہیں کہ ہمیں ڈیڑھ سو برس تک کسی سے کوئی چیز مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہمارے ماہرین بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس کی تردید کریں گے تو وہ کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس مجھ سے زیادہ figures ہوں گے، لیکن جو مجھے معلومات ملی ہیں وہ یہی ہیں۔ اب وہاں سے حکومت بلوچستان کو صرف ۲ فیصد دیا جا رہا ہے۔ ۹۸ فیصد آپ لے لیں، لیکن اس کو آپ استعمال تو کرلیں۔ آپ اپنے آپ کو کیوں ہتھکڑیوں اور ان زنجیروں میں پھنسا رہے ہیں اور ورلڈ بینک اور IMF اس وقت آنکھیں گاڑ کر آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آپ کو اتنی سخت شرائط پر قرضہ دے رہے ہیں۔ میں تو اکثر یہ کہتا ہوں کہ پاکستان ان کی مجبوری ہے ہم ان کی مجبوری نہیں ہیں۔ جتنی بھی international agencies ہیں ان کا کوئی ایجنڈا ہے اور ہم اس ایجنڈے میں دم بھرنے کے لئے ان کی مجبوری ہیں، وہ ہماری مجبوری نہیں ہے۔ آپ آج کشکول توڑ دیں تو وہ خود منت کرکے آئیں گے اور آپ کو پیسے دیں گے۔ جس طرح ایک کسان اگر کسی بیل سے اپنا ہل چلاتا ہے تو اس کو یہ ضرورت نہیں پڑے گی کہ وہ اپنے بیل کو بھوکا رکھے کیونکہ اس نے ہل بھی چلانا ہے۔ آپ میں تھوڑی سی جرات اور ہمت ہونی چاہیے اور آپ صرف یہ کہہ دیں کہ مجھے کوئی مدد نہیں چاہیے۔ آپ یقین کریں کہ وہ خود آپ کے ہاں آئیں گے اور آپ کے پاؤں پڑیں گے اور کہیں گے کہ جی! یہ لے لیں کیونکہ ان کو آپ کی ضرورت ہے۔ سیاسی طور پر بھی ان کو آپ کی ضرورت ہے۔ ان کے ایجنڈے آپ کے سامنے ہیں اور ان میں آپ نے ہی رنگ بھرنا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایجنڈا بھی ان کا ہے اور ان سے آپ پیسے لے رہے ہیں اور وہ بھی ان کی شرائط پر۔ آپ تھوڑی سی ہمت اور جرات کا مظاہرہ کریں۔ آپ کہیں دیں کہ good bye IMF ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ World Bank کو بھی good bye کہہ

دیں۔ امریکہ بہادر کو کہہ دیں کہ ہمارے کچھ معاہدے آپ کے ساتھ ہوئے ہیں لیکن اس قیمت پر ہم آپ کے معاہدوں پر نہیں چل سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ دو مہینے بعد وہ ڈالرز کی تھیلیاں بھر بھر کے آپ کو دیں گے کیونکہ آپ ان کی مجبوری ہیں اور ان کا ایک عالمگیر ایجنڈا ہے جو کہ دو' چار دن کا نہیں ہے۔ وہ ایجنڈا ان کی پوری نسل کے لئے ہے۔ وہ ایجنڈا یورپ اور امریکہ کے لئے ہے۔ وہ ایجنڈا سینٹرل یورپ کے لئے ہے اور اس ایجنڈے پر کام وہ آپ سے لے رہے ہیں۔ کس قیمت پر آپ سے یہ کام لے رہے ہیں۔ پھر آپ کو زیر احسان کرکے آپ کو قرضہ بھی دے رہے ہیں اور آپ سے کام بھی لے رہے ہیں۔ کم از کم ۱۷ کروڑ عوام کے آپ نمائندے ہیں' ۱۷ کروڑ عوام کم نہیں ہوتے ہیں۔ آپ ان کو کہہ دیں کہ جی! ہمیں نہیں چاہیے آپ کی مدد۔ میں آپ کو لکھ کر دیتا ہوں اور یہاں assure کراتا ہوں کہ دو مہینے کے بعد وہ ڈالرز کے تھیلے لاکر آپ کے قدموں میں ڈال دیں گے اور کہیں گے کہ خدا کے لئے یہ لے لیں لیکن پھر بھی ہم نے ان کے ایجنڈے پر کام نہیں کرنا ہے۔ ہم نے ایک آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے دنیا بھر میں اپنے آپ کو تسلیم کرانا ہے۔

جناب والا! میری دو suggestions ہیں اس کے بعد میں تقریر ختم کروں گا۔ IMF کے ساتھ we are going to sign the agreement and we must produce this agreement in this House. نمبر ایک' تاکہ ہر ممبر کے سامنے یہ آئے اور ہر ممبر اس پر غور کرے اور اس کے مطابق وہ اپنی تجاویز یہاں پیش کرے۔

نمبر۔ ۲' جناب چیئرمین! جو زبان خلق ہوتی ہے وہ نقارہ خدا ہوتی ہے۔ اس کو بھی کچھ سمجھنے کی کوشش کی جائے کیونکہ اس وقت پورا ملک جس معاشی حالت سے دو چار ہے' آپ یقین نہیں کریں گے' میں خود جاتا رہتا ہوں' میرا حلقہ بہت غریب حلقہ ہے' لوگ رات کی بچی ہوئی روٹیاں صبح پانی میں ملا کر اپنے بچوں کو دیتے ہیں۔ اس چیز کا میں چشم دید گواہ ہوں۔ پانی میں بھگو کر کھا رہے ہیں۔ اس وقت یعنی ۲۱ ویں صدی میں جبکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتوں سے مالا مال خطہ عطا کیا۔ صرف ایک مضبوط قیادت چاہیے' ایک جرات مند قیادت چاہیے اور ایک ایسی قیادت چاہیے جس کے پاس vision بھی ہو۔ اسی کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، بہت شکریہ۔ سینیٹر رزینہ عالم خان صاحبہ۔

سینیٹر رزینہ عالم خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب! کہ آج آپ نے مجھے ایجنڈے کے جو points تھے ان پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ جہاں تک قادر پورگیس فیلڈ، دادو شوگر ملز، نیشنل بینک کے shares اور KESC کی نجکاری کا تعلق ہے ایوان کی دونوں اطراف سے جناب والا! بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے بعد اب کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے یہ فیصلہ کرنے میں یا یہ یقین دہانی کروانے میں کہ قادر پورگیس فیلڈ کو privatize کرنا ہمارے ملک کے interest میں نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! جو ملک کا interest ہے وہ سب سے زیادہ سپریم ہے اور ہم سب آج یہاں پر ہیں کل کہیں اور ہوں گے۔ رہنے والی ذات اللہ کی ہے اور اس کے بعد ہمارے ملک کو خدا قائم و دائم رکھے، جو حکومت اس کا interest سرفہرست نہیں رکھے گی اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ تو میں سمجھتی ہوں کہ کل جب Advisor sahib اس کو wind up کریں تو اس چیز کی یقین دہانی اس ایوان کو کرانی چاہیے یا تو ووٹنگ کرا لی جائے اور جس کے ووٹ زیادہ ہوں اس پر فیصلہ ہو، کیونکہ یہاں پر بھی اور نیشنل اسمبلی میں بھی ہر جگہ پر یہ بات کہی گئی ہے کہ ملک کے interest میں یہ privatization نہیں ہے۔

جناب والا! جہاں تک IMF کا تعلق ہے اس کے بارے میں اخباروں میں آ رہا ہے کہ یہ کڑوی گولی ہے، نگلنی پڑے گی۔ جناب والا! اگر ہم دیکھیں تو اس کڑوی گولی کی جو کڑواہٹ ہے وہ غریبوں کے منہ تک آئے گی اور مہنگائی بڑھے گی، sales tax لگیں گے اور جہاں تک indirect tax ہے اس کا بوجھ ہمیشہ غریبوں پر پڑتا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اس کی شرائط ہماری مرضی کی ہیں، یہ نرم شرائط ہیں اور یہ ہماری مرضی کے مطابق ہیں مطلب یہ کہ وہ پہلی جیسی شرائط نہیں ہیں۔

اس سے پہلے جو ہمارے معزز سینیٹر خورشید صاحب جو کہ میرے استاد بھی ہیں Economics کے اور ان کے علاوہ بھی بہت honourable اور پڑھے لکھے ہمارے سینیٹرز ہیں انہوں نے دلائل دیے ہیں اس ضمن میں کہ IMF کا قرضہ ہماری معیشت کو تباہ کرنے کے

مترادف ہوگا لیکن جو ملکی حالات ہیں، جو ہماری معیشت کی حالت ہے اس کا کیا تقاضا ہے۔ اس کے جو حقائق ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے جناب والا! یہ کڑوی گولی کی جو بات ہو رہی ہے یا جو اس کو ناگزیر کہا جا رہا ہے، IMF سے قرضہ لینا، میں سمجھتی ہوں کہ جو شرائط ہیں وہ بھی پارلیمنٹ میں discuss ہوں اور اگر پارلیمنٹ میں discuss کرنے کا وقت نہیں ہے تو جو ہماری Finance Committees ہیں نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کی، ان کا کوئی مشترکہ اجلاس بلا لیا جائے، ان کی میٹنگ ہو اور اس میں وہ شرائط رکھی جائیں جن شرائط پر IMF کے ساتھ قرضے کی بات ہو رہی ہے ہم سب جو عوام کو represent کرتے ہیں ان کی رائے لی جائے، ان کی بات جیسا کہ کہا جا رہا ہے کہ وہ supreme ہیں تو وہ ہو اور سب کے سامنے اور ملک کے interest میں فیصلے ہوں جیسا کہ پروفیسر صاحب نے بھی فرمایا اور میں بھی اس کو second کرتی ہوں کہ جو ملک کے فیصلے ہیں وہ جلدی میں نہیں ہونے چاہئیں بلکہ بہت سوچ سمجھ کر ہونے چاہئیں اور یہ نہیں کہ میں آج کہہ رہی ہوں، اس طرف بیٹھ کر کہہ رہی ہوں، جب میں اس طرف بیٹھتی تھی تو اس وقت بھی یہی کہتی تھی کہ ہر چیز سوچ سمجھ کر کی جائے اور ملک کے وسیع تر مفاد کو سامنے رکھا جائے۔

جناب والا! اس کے علاوہ جو خواتین کی مخصوص نشستوں کی بات ہوئی ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ خواتین کی empowerment کے لیے، ان کے status کے لیے، ان کی بہتری کے لیے، ان کی فلاح و بہبود کے لیے بہت دعوے ہو رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پچھلے کئی مہینوں سے جو خبریں سننے میں آ رہی ہیں ان میں کبھی خواتین کو کتوں کے آگے ڈالا جاتا ہے، کبھی ان کو زندہ دفن کرنے کی خبر سنائی دیتی ہے، کبھی ان کی نشستیں کم کی جا رہی ہیں اور کبھی خواتین کے 150 سکول اڑا دیے گئے ہیں لیکن جو کچھ ہو رہا ہے، پہلے بھی میں نے اس floor پر یہ بات کہی کہ schools کی حفاظت کی جائے، وہاں پر law enforcing agencies کے لوگ تعینات ہوں تاکہ ان کو بم سے اڑانے یا ان کو جلانے کی وارداتوں کا سدباب ہو سکے لیکن اس کے باوجود 150 سکول ختم ہو گئے ہیں۔

جو تعلیم کا حال ہے جناب والا! جیسا کہ HEC کے بارے میں ہمارے ایک معزز سینیٹر نے بات کی ہے، میں بھی یہی کہوں گی کہ ان کے چیئرمین کو ہٹا دیا گیا ہے لیکن ان

کی جگہ کوئی دوسرا چیئرمین نہیں آیا۔ وہاں بہت سے معاملات کھٹائی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یونیورسٹیوں کو پیسے نہیں جا رہے ہیں' ایک واویلا مچا ہوا ہے۔ روزانہ مجھے تقریباً 30, 35 خط آتے ہیں' فون آتے ہیں' emails آتی ہیں کہ یہ کمیٹی کچھ کرے اور میں کچھ نہیں کر سکتی کیونکہ ہم لوگ صرف recommendations دے سکتے ہیں' تجاویز دے سکتے ہیں لیکن فیصلے حکومت کرتی ہے۔

جناب والا! تعلیم اور خصوصاً خواتین کی تعلیم اور خواتین کی نشستوں کے حوالے سے میں یہ کہوں گی کہ NWFP میں یہ کہا جا رہا ہے اور یہ سوچا جا رہا ہے کہ وہاں خواتین کی نشستیں کم کی جائیں گی۔ وہاں پر میں اپنی کمیٹی کو MMA کی حکومت کے زمانے میں لے کر گئی تھی اور یہ بات میں record پر لانا چاہتی ہوں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ شاید اس حکومت کے دوران خواتین کی تعلیم میں کوئی کمی آئے گی لیکن ہمیں اور ہماری کمیٹی کے باقی ممبران' جن میں سے کچھ یہاں پر تشریف رکھتے ہیں' ان کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس حکومت نے خواتین کے لیے extra steps اٹھائے تھے جن سے ان کی enrolment بڑھی تھی۔ وہاں university level تک کی تعلیم کے انتظامات کیے گئے تھے اور نہ ہی اس زمانے میں خواتین کی نشستیں کم کرنے کی کوئی خبر سنائی دی تھی۔ میں یہ گزارش کروں گی جناب والا! کہ وہ نشستیں رہیں اور اگر یہ کہا جا رہا ہے کہ ان نشستوں کے لیے خواتین دستیاب نہیں ہیں تو ان کی capacity building کے انتظامات کیے جائیں۔ یہ میری ایک تجویز ہے کہ خواتین کو تربیت دی جائے اور تربیت دے کر ان کو ان کی 33% مخصوص نشستوں پر لایا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ذرا وقت کا خیال رکھا جائے۔

سینیٹر رزینہ عالم خان: میں صرف ایک اور نکتے پر بات کرنا چاہتی ہوں جو یہ ہے کہ ہم اپنے اخراجات کم کریں۔ پہلے بھی تمام بجٹ تقاریر میں' میں یہ کہہ چکی ہوں کہ ہمیں austerity کی طرف توجہ دینی چاہیے اور ہمیں اپنے اخراجات حکومتی سطح پر کم کرنے کے اقدامات کرنے چاہیئں۔

جناب والا! چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے کی جو بات ہے' جو آئندہ وقت آ رہا ہے اس کا

تقاضا یہی ہے کہ ہم ہر سطح پر غیر ضروری اخراجات کو کم کریں اور آخر میں، میں پارلیمنٹ کی بالادستی پر صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ پارلیمنٹ کی بالادستی کا تقاضا یہ ہے کہ جو فیصلے ہیں وہ پارلیمنٹ میں اس طرح ہوں کہ باقاعدہ ان پر voting ہو اور جو پارلیمنٹ کی رائے ہو اس کے مطابق فیصلہ ہو۔ یہ نہیں کہ صرف discussion ہوجائے یہاں پر اور فیصلے کہیں اور ہوتے رہیں اور پھر ہم اخباروں میں یہ پڑھیں کہ جی اس پر تو فیصلہ ہوگیا۔ پھر ہم یہاں پر کس لیے بحث و مباحثہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا پارلیمنٹ کی بالادستی کو ثابت کرکے حکومت دکھائے تاکہ ہمیں اس چیز کا یقین ہو کہ پارلیمنٹ واقعی بالادست ہے۔ شکریہ جناب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔ رضا! میرے خیال میں ایک important point انہوں نے raise کیا ہے Chairman, Higher Education Commission کے بارے میں۔ اگر آپ اس کو دیکھیں کیونکہ یہ ادارہ بہت ہی ضروری ادارہ ہے اس کی اگر appointment جلدی ہوجائے تو اچھا ہو گا۔ شکریہ۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! سب سے پہلے میں آپ کو congratulations پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے بھی میری دعا تھی اور ابھی بھی میری یہ دعا ہے کہ آپ مستقل اس کرسی پر رہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں ان کی دعا سن رہا ہوں لیکن یہ کہاں تک پہنچتی ہے کس کو معلوم ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اللہ کرے کہ رضا صاحب اس پر عملدرآمد کرائیں۔

یہ جو ایک اہم issue پر ہم debate کر رہے ہیں اس میں جناب چیئرمین! عرض ہے کہ جب تک کسی ملک میں law and order situation صحیح نہیں ہوگی اس وقت تک یہاں پر باہر سے سرمایہ کار نہیں آئیں گے اور یہاں کے جو سرمایہ کار ہیں وہ بھی باہر چلے جائیں گے۔ سب سے بڑا issue اس وقت ملک میں امن و امان کا ہے۔ یہاں 18 اکتوبر کے بعد ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ جو امریکہ نواز جماعتیں تھی ان کو شکست ہوئی اور انہی forces کو الیکشن میں

کامیابی حاصل ہوئی جو امریکہ کے خلاف تھے۔ اٹھارہ اکتوبر کے بعد ہم تین ہفتے joint session میں بیٹھے، یہ امریکہ کو پیغام بھیجنا چاہیے تھا کہ پاکستان میں جو قوم کا reaction ہوا ہے تو ہم کس طرح سے پاکستان کے ساتھ تعلقات پر نظرثانی کریں۔ دیکھیں یہ الٹا ہوا کہ ہم تین ہفتے بیٹھے اور ہم اس پر پریشان تھے کہ ہم امریکہ کو کیا پیغام دیں۔ ہم نے بڑی مشکل سے ایک متفقہ قرارداد پاس کی، اس میں بڑی خوشی کی بات ہے۔ جو بھی اس قرارداد کے الفاظ تھے ان پر ضرور میری کچھ observations ہوں گی لیکن پھر بھی یہ شکر ہے کہ یہ متفقہ پاس ہوا۔ جتنی بھی پارٹیاں تھیں انہوں نے اس پر دستخط کیے۔

جناب والا! اس قرارداد کے بعد اس پر عملدرآمد آج تک مجھے نظرنہیں آیا۔ امریکہ نے قرارداد پاس ہونے کے بعد حملے مزید تیز کر دیئے۔ پاکستان میں خودکش حملے ہوتے ہیں۔ ہمارے region میں انڈیا بھی ہے، بنگلہ دیش بھی ہے، ایران بھی ہے، دوسرے ممالک بھی ہیں۔ وہاں پر ایسے معاملات کیوں نہیں ہوتے۔ یہاں خودکش حملے اور امن و امان کا جو مسئلہ ہے، پارلیمنٹ ہاؤس کا بھی کوئی تحفظ نہیں ہے۔ پارلیمنٹ لاجز کے لیے بھی خطرہ ہے، ایوان صدر اور پی ایم ہاؤس اور یہ جو علاقہ ہے اس میں اتنی سیکورٹی سخت ہے کہ دن میں دس دس دفعہ، ممبر آف پارلیمنٹ کی گاڑیوں کو چیک کیا جاتا ہے۔ اگر کسی ملک کی صورت حال ایسی ہو تو باہر سے کوئی سرمایہ کار اپنے پیسے یہاں پر کیسے لگائے گا۔ یہاں بھی جو پیسے والے ہیں، جو سرمایہ کار ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اپنے پیسے باہر بھیج رہے ہیں۔ آج کل جو businessmen کی گرفتاریاں شروع ہوگئی ہیں۔ رحمان ملک صاحب نے جو کل بریفنگ دی، انہوں نے کہا ہے کہ ایف آئی اے کو میں نے ایک ٹاسک دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں جو کرپٹ ترین محکمہ ایف آئی اے ہے اس کو یہ ٹاسک دینا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بلیک میلنگ کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، لوگوں کو بے عزت کیا جائے گا، جو دوسرے لوگ ہیں ان کو بھی پیغام پہنچے گا کہ اتنے کروڑ دو ورنہ آپ کو بھی بے عزت کیا جائے گا۔ اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ اس سے کرپشن کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ جب تک ہم امریکہ کے ساتھ اپنی پالیسیوں پر نظرثانی نہ کریں اس وقت تک ہم financial crisis سے نہیں نکل سکتے، اس لیے کہ کچھ شخصیات کا نام بھی پچھلے اجلاس میں لیا گیا کہ ان کا سرمایہ باہر ہے۔ اگر وہ اپنا

سرمایہ پاکستان میں لائیں تو وہ اس crisis کو ختم کر سکتے ہیں۔ میں نے پچھلے اجلاس میں ان کا نام بھی لیا لیکن وہ کیوں گھبراتے ہیں اور اپنا سرمایہ پاکستان میں نہیں لاتے۔ بہت زیادہ ہیں مگر دو چار تو ایسے ہیں کہ اگر وہ بھی اپنا سرمایہ لائیں تو ہمارا یہ مالی بحران ختم ہو جائے گا لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا سرمایہ یہاں پر محفوظ نہیں ہے۔

جناب والا! یہاں پر اداروں میں کرپشن عام ہے۔ کرپشن کی وجہ سے بھی ہمارا مالی بحران ہے، جب تک کرپشن ختم نہیں ہوگی ہم خوشحال نہیں ہوں گے۔ آئی ایم ایف کی اتنی زیادہ شرائط ہیں اور ہم کب تک ان کی شرائط پر قرضہ لیتے رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شرائط آئی ایم ایف کے ساتھ under discussion ہیں، یہاں پر قرارداد پاس ہونی چاہیے کہ دونوں ایوان اس پر بحث کریں۔ جب تک دونوں ایوانوں سے اس کی منظوری نہیں ہوگی اس وقت تک اس سے قرضہ نہ لیا جائے۔ ایک دو بندے وہاں پر جا کر دستخط کرتے ہیں اور پوری قوم کو مقروض کرتے ہیں۔ لہذا میں کہتا ہوں کہ ان شرائط کو بھی دیکھا جائے۔ اچانک ہمارے اوپر ایک آفت آگئی، یہ لوڈشیڈنگ، بحران، امن و امان یہ تو پچھلی حکومت کا ورثہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہاؤس اس پر بحث کرے اور گزشتہ وزیر خزانہ کو بھی یہاں پر لایا جائے۔ شوکت ترین اور شوکت عزیز دونوں کو آمنے سامنے کیا جائے کہ اس بحران میں کس کا ہاتھ ہے، اس کی وجہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گزشتہ حکومت سے ورثے میں بھی ملا ہے، گزشتہ حکومت بھی اس کی وضاحت کرے۔

جناب والا! قادر پور کے حوالے سے، نجکاری کے حوالے سے میں حیران ہوں کہ گزشتہ حکومت میں جب ہم ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ یہ پی ٹی سی ایل اور banks نجکاری میں جا رہے ہیں ہم نے اس کی مخالفت کی لیکن میں حیران ہوں کہ اس کابینہ نے بغیر کسی کے پوچھے ایک ایسا فیصلہ کیا کہ قادر پور کو فوری طور پر نجکاری کے لیے پیش کیا جائے۔ پورا ملک اس پر سراپا احتجاج ہے۔ سندھ کے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ محترمہ نے یہ پراجیکٹ تحفے کے طور پر دیا تھا اور اس کی حکومت کے دوران اگر اس کو نجکاری میں دیا گیا تو میں نہیں سمجھتا، وہ کہتے ہیں کہ ہم محترمہ شہید کے پیروکار ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، ان کے مطابق یہ حکومت اگر انہی کی پالیسیوں پر چلتی ہے تو قادر پور کے مسئلے پر موجودہ

حکومت نظرثانی کرے۔ اس کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں، مخالفت کرتے ہیں اور اگر اس پر نظرثانی نہ کی گئی تو گو کہ ہم coalition حکومت میں ہیں لیکن اگر voting ہوئی تو جمعیت علمائے اسلام اس کے خلاف ووٹ دے گی۔

جناب والا! یہ جو مسائل ہیں، یہاں پر اس بحران سے نکلنے کے لیے آپ لوگوں کو اس ہاؤس میں اور نیشنل اسمبلی میں، دونوں میں اس کا حل نکالنے کے لیے ایک کمیٹی بنانی چاہیے اور جو پاکستان کے دوست ممالک ہیں، سعودی عرب ہے، ابھی زرداری صاحب سعودیہ بھی گئے تھے، دبئی ہے، قطر، بحرین اور ایران اگر ان سے زرداری صاحب ملیں اور ان کو بتائیں کہ وہ ہمارے اس financial crisis میں ہمارا ساتھ دیں، ان سے بات کی جائے کہ ہم مشکل میں ہیں اور ہمارا ساتھ دیں تو وہ بھی اس مشکل میں آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔ جناب والا! اس ملک میں بائیس خاندان تھے اور اب پچاس ہوگئے ہیں، اس ملک میں وہ خاندان جو ارب پتی ہیں، اگر امیر ہیں تو امیر تر ہیں، اس ملک میں جو غریب ہیں وہ غریب تر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ خاندان جو بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں وہ ٹیکس چور ہیں، وہ ٹیکس بھی نہیں دیتے، اگر ان کی آپ انکوائری کریں، ان کا ٹیکس جو وہ ادا نہیں کرتے، ان کو پابند کریں کہ وہ باقاعدہ ٹیکس ادا کریں۔

میری درخواست ہے کہ یہ جو بڑے بڑے سرمایہ کار ہیں ان کو آپ watch کریں کہ وہ ٹیکس دیتے ہیں یا نہیں دیتے اس سے بھی بڑا فائدہ ہوگا کیونکہ وہ ٹیکس چور ہیں، ٹیکس نہیں دیتے اور وہ بیوروکریسی سے، سی بی آر سے مختلف اداروں کی ملی بھگت سے ٹیکس نہیں دیتے۔ اگر وہ دس کروڑ کا مال منگواتے ہیں تو ادائیگی دو کروڑ کی کرتے ہیں اور وہ بھی قسطوں میں اور آٹھ کروڑ ملی بھگت سے ہضم کر لیتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ رہا جاری تو اس ملک سے یہ بحران کبھی ختم نہیں ہوگا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : ذرا وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی : یہ جو ہم یہاں پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں اس پر سنجیدگی سے نوٹس لیں۔ یہاں تو ہم تین بجے سے لے کر آٹھ بجے تک وقت ضائع کرتے

ہیں۔ یہاں پر جو بات چیت ہوتی ہے، آخر میں wind up کرتے وقت شوکت ترین صاحب آدھے گھنٹے میں بیوقوف بنا کر چلے جاتے ہیں اور صرف وہ کام کرتے ہیں جو ان کی اپنی مرضی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شوکت ترین صاحب سنجیدگی سے، جو یہاں پر بحث ہوتی ہے، اس کا باقاعدہ جواب دیں اور وہ پالیسی بنائیں جس کی منظوری یہ ہاؤس دے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : عبدالخالق پیرزادہ صاحب۔ میرے خیال میں کوئی اور سپیکر نہیں ہے۔ مولانا صاحب آپ بولنا چاہیں گے۔

سینیٹر مولانا راحت حسین : جی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جی مولانا راحت حسین صاحب - یہ آج کی آخری تقریر ہے۔

سینیٹر مولانا راحت حسین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال اللہ تبارک و تعالٰی وتعاونوا علی البرّ و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاسم والعدوان۔ صدق اللہ العظیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ جو مختلف موضوعات پر یہاں بات ہو رہی ہے، سب سے پہلی بات جو صدر پاکستان محترم جناب آصف علی زرداری صاحب کی Joint Session سے تقریر ہے اور اس میں اور باتوں کو ہم نہیں لیں گے لیکن صرف ایک بات کہ وہ بارہا آئین کی بحالی اور ملکی دستور اور اس کی پاسداری کا حوالہ دیتے رہے۔

جناب چیئرمین! ملک کا آئین اور ملک کا دستور اس ملک کے باسیوں کے درمیان ایک میثاق ہے اور ملک کے چودہ کروڑ عوام اس دستور اور آئین کے پابند ہیں۔ جناب چیئرمین! جس علاقے اور community میں ایک ضابطہ اخلاق جب طے پا جاتا ہے اور پھر اس community کے لوگ یا ان کے مشیران یا ان کے بڑے اس ضابطہ اخلاق کے پابند نہیں ہوتے تو ساری دنیا ان کو ملامت کرتی ہے اور اس قوم، اس community کے اندر، اس ملک کے اندر کوئی بھی خوش حالی نظر نہیں آئے گی۔

جناب چیئرمین! جب پاکستان بنا تو یہ ایک نعرے کے تحت بنایا گیا کہ پاکستان کا

مطلب کیا لا الہ الااللہ اور پھر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اور اس وقت جو ہمارے بلند پایہ کے لیڈران تھے ان کی شوریٰ نے اس ملک کو جو قرار داد مقاصد دی، آج تک یہ قرار داد صرف قرار داد ہی رہی، مقاصد تک نہیں پہنچی۔

جناب چیئرمین! پھر اس ملک کی ساری دینی و سیاسی قیادتوں نے اور جماعتوں نے مل کر اس ملک کو ایک دستور دیا اور یقینی بات ہے کہ اس پر ہم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مشکور بھی ہیں اور ان کو خراج عقیدت بھی پیش کرتے ہیں کہ اس آئین میں ان کا ایک بھرپور حصہ ہے۔ اس کو ملک کا دستور بنایا گیا لیکن افسوس کی بات ہے کہ پھر مارشل لاء کی گود میں پرورش پانے والوں نے اسی آئین کا حلیہ بگاڑ دیا اور آئے روز اس میں ترامیم کی گئیں۔

جناب چیئرمین! صدر صاحب کی تقریر میں جو آئین کی بات کی گئی ہے میں آپ کے توسط سے اور اس ہاؤس کے توسط سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن ایک agreement اور ایک معاہدہ جو چودہ کروڑ عوام کے درمیان ہے اور یہ ایک پارٹی کا دستور نہیں جو اپنی ترجیحات اس میں لکھے بلکہ ایک قوم کا دستور ہے، ایک ملت کا دستور ہے، اس دستور کو آپ صرف تقاریر میں بیان نہ کریں بلکہ اس دستور کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس ملک کے دستور میں آئین کے آرٹیکل نمبر آٹھ میں اور ان کے مختلف حصوں کو آپ دیکھیں، جو سب سے پہلے والی بات ہے اس کو ملک کی شناخت کہا گیا ہے۔ اس کے تشخص کو واشگاف الفاظ میں آشکار کیا گیا ہے کہ اس ملک کا آئین، اس ملک کا نظام، بالا دست نظام قرآن و سنت ہوگا اور اسلام اس ملک کا سرکاری اور مملکتی مذہب ہو گا۔

آج ہم جن مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہم اپنے آئین کے ساتھ وفادار نہیں اور ہم اپنے آئین کے ساتھ غداری کے مرتکب قرار پا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم نے آئین کے تحت یہ حلف اٹھایا۔ جب ہمیں حلف دیا جا رہا تھا تو ہم نے یہی کہا، یہی حلف اٹھایا کہ ہم اس ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود کا تحفظ کریں گے۔ آخر نظریہ کیا چیز ہے؟ ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ نظریہ عقیدے کا نام ہے اور عقیدہ مسلمان کا یہ ہوتا ہے کہ لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ۔ اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ ملک کی جغرافیائی حدود اور اس کا مربع میل جہاں جہاں تک ہے ہم نے اس کے تحفظ کا حلف اٹھایا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ

رباط یوم و لیلة خیر من الدنیا و ما فیها۔ ایک دن اور ایک رات اگر آپ اپنے ملک کو، اپنے ملک کے دستور کو، اپنے آپ کو منظم رکھیں، ان کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود کا خیال رکھیں تو یقین جانیں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔ جناب چیئرمین! میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ صرف تقاریر سے نہیں عمل سے کام ہوگا۔ ہم اس ملک کے اندر رہتے ہوئے اس ملک کا آئین یعنی جو میثاق ہے ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات امن و امان کی ہے۔ امن و امان جس ملک اور جس community میں نہ ہو، اس میں معاشی بدحالی آتی ہے اور میں بارہا یہ الفاظ کہہ چکا ہوں کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے کہ ولا نبلونکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال و الثمرات ولانفس، کہ جب اللہ رب العالمین کے نظام سے اور صالح نظام سے لوگ پہلوتہی کریں گے تو اس قوم میں خوف آئے گا، بد امنی آئے گی، بے چینی آئے گی اور اس طرح خوش حالی کی بجائے وہاں قحط سالی ہوگی۔ امن و امان ہماری ذمہ داری ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم امن و امان کے لیے باہر سے ڈکٹیشن لیتے ہیں۔ اپنے لوگوں کو مروا رہے ہیں اور دس سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ہم نے اس ملک کے باعزت لوگوں کو بھی مروایا۔ بگٹی کو دیکھیں اور پھر لال مسجد کو دیکھیں، فاٹا و سوات اور باجوڑ میں جو کچھ ہو رہا ہے اور یہ حالات اس ملک پر direct اثر انداز ہوئے ہیں۔ پھر افغانستان کے اندر ہم امریکی اتحادی ہیں اور امریکہ آئے روز ہمارے ملک پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر مولانا راحت حسین: جناب چیئرمین! تیسری بات آئی ایم ایف کی ہے۔ اس میں ایک خوش نما لفظ ہے کہ وہ ہمیں قرض دے رہا ہے۔ یہ قرض، قرض حسنہ ہے یا قرض مع سود ہے۔ یہ کونسا قرض ہے؟ قرض میں سود نہیں ہوا کرتا۔ قرض تو ایک community یا ایک دوسرے کو لوگ دیتے رہتے ہیں لیکن یہ سود کو قرض کہنا یا قرض حسنہ کہنا یہ میرے خیال میں غلط بات ہے۔ جیسے ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین نے اعلان کیا کہ جو سود خور معاشرہ ہے، یمحق اللہ الرّبا و یربی الصدقات۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سود خوروں اور سود

خور معاشروں کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات والے معاشروں کی اللہ رب العالمین آبیاری کر دیتا ہے۔

جناب چیئرمین! آخر میں میں آپ سے request کروں گا کہ ہمیں آئی ایم ایف کے چنگل سے اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہیے اور (عربی) یہ ہماری فقہ کا ایک اصول ہے کہ ہر قرض جو اپنی طرف نفع کو کھینچ لیتا ہے وہ سود ہوا کرتا ہے تو سود کو قرض کہنا ناانصافی ہے۔

جناب چیئرمین! قادرپورگیس کی بات تو کی گئی۔ ہماری ہر جماعت جو coalition میں شامل ہے وہ اپنی اپنی ترجیحات کی بنیاد پر شامل ہیں اور یہ طے ہوا تھا کہ ہماری جماعت کی بھی اپنی ترجیحات ہیں ۔ہماری جماعت کے دستور اورمنشور میں لکھا ہے کہ کسی منافع بخش ادارے کو فروخت کرنا' ہمارے دستور ، منشور اور جماعت کی خلاف ورزی ہے ۔یہ ہماری جماعت کی پالیسی کے خلاف ہے ۔لہذا ہم منافع بخش ادارے کی فروخت کی مکمل مخالفت کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا وقت نہیں لینا چاہتا لیکن ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری coalition گورنمنٹ ایک معیاری گورنمنٹ بن جائے۔ ہماری دعا بھی ہے اور ہماری باتیں اصلاح کے لیے ہیں اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اس حکومت کو آگے لے جائیں اور یہ اپنی مدت پوری کرے اور آئندہ کے لیے بھی ہم ایک بھرپور انداز میں آ جائیں۔ اس میں اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔اس میں مل بیٹھنے کی ضرورت ہے اور اپوزیشن سے بھی میری درخواست ہے کہ وہ اس میں بہتر مشاورت سے 'بہتر تجاویز دیں تاکہ ہم ملک کی ایک ہی کمیونٹی ہیں' ایک ہی ملت ہیں ' ایک ہی پاکستانی قوم ہیں اور اس پاکستان کی سرحدات کا بھی ہمیں تحفظ کرنا ہے اس کی اقتصادیات کا 'اور ان کے اداروں کا بھی ' اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ ' جی پیرزادہ صاحب ۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! ابھی تو ممبرز جو ہیں وہ ٹاٹ وغیرہ لپیٹنے کی تیاری میں ہیں ' کچھ بھوکے ہیں ' کچھ سو رہے ہیں ' کچھ تھکے ہوئے ہیں اور آپ نے اس تھکے ہوئے بوڑھے کو اس وقت تعزیر کے لیے کہا ہے۔ ہم نے request کی تھی کہ بھئی کل وقت دے دینا---

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب پیرزادہ صاحب آپ بالکل تھکے ہوئے نہیں ہیں۔ آپ ماشاء اللہ ابھی جوان ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ:

تجھے کیا بتاؤں اے دلربا' میرے غم کا قصہ طویل ہے

میرے گھر کی لٹ گئی آبرو' ہوا غیر جب سے دخیل ہے

آج اس وطن کی اقتصادی بدحالی کے اسباب بیان کیے جا رہے ہیں اور اس کے اقتصادی استقرار کے لیے تمام ماہرین' شیوخ جو ایوان بالا ' مجلس شیوخ راجیہ سبھا ' سینیٹ میں بیٹھنے والے قوم کے دانشوار اپنی اپنی تجاویز پیش کر رہے ہیں اور سننے والے کان کچھ تھکے تھکے سے لگ رہے ہیں اتنے الزامات ' اتنی برائیاں کی گئیں ' اتنے وہ کام پیش کیے گئے جن کی وجہ سے یہ پاک سرزمین اور اس میں رہنے والے آج بدحال ہیں بلکہ الزامات میرے نزدیک حقائق گنے جا رہے ہیں کہ یہ حقائق ہیں۔یہ پاک سرزمین' یہ پاکستان کی جو دھرتی ہے ۔ جسے " سوہنی دھرتی اللہ رکھے " کہہ کہہ کر سب اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ یہ دھرتی ماں ' یہ دھرتی ماتا جس کے لیے لاکھوں نوجوانوں نے اپنے سرقلم کروائے ' لاکھوں بیٹیاں بے عزت اور بے آبرو ہوئیں اور لاکھوں دلہنوں کے سہاگ لٹے اور کھرب ہا ڈالروں کی جائیدادیں چھوڑ کر لوگ صرف دو کپڑوں میں اس پاکستان میں آئے۔ اس کے لیے چودہ سو سال سے دھڑکتے ہوئے دل ' گیارہ سو سال کی اسلامی حکومت کا یہ نتیجہ جس کو آج پاکستان کہا جا رہا ہے' یہ حاصل کیا گیا۔ قوم ایک جگہ ڈھونڈ رہی تھی کہ کہیں مل جائے تو ہم نماز پڑھنے جوگے ہو جائیں لیکن یہ اتنا قتل عام ' اتنی بربادی اور اتنا نقصان ۶۵ آباد ریاستیں چھوڑ کر چار غیر آباد ریاستیں ہم نے لیں تو اس کا کوئی مقصد تھا۔ یہی مقصد مغلیہ خاندان کے بادشاہ بھی نماز پڑھتے پڑھتے سلام پھیر کے بیان کیا کرتے تھے لیکن جب ان کے امیرزادوں نے کان میں مرکیاں اور بالیاں پہننی شروع کر دی اور ریشمی کپڑے پہنے شروع کر دیئے اور بڑی بڑی بگھیوں میں بیٹھ کر قوم کی بیٹیوں کی عزت لوٹنا شروع کی تو خدا نے عرش پر بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ ان کو ایسا ذلیل و خوار کروں گا کہ کائنات کی تاریخ کا یہ ایک سب ۔سے بڑا غمزدہ باب بن جائے گا اور پھر بنا۔بہادر شاہ ظفر' صاحب

کتنا اچھا نام ہے ۔بڑے بڑے جوتشی' بڑے بڑے علماء بلائے جاتے تھے' بادشاہ بلواتے تھے کہ ہمارے صاحبزادے کا ایسا نام رکھ دیجئے کہ دنیا میں کسی کا ایسا نام نہ ہو تو جب یہ پیدا ہوا تو باپ نے بلوایا اور اس کا نام بہادر شاہ ظفر رکھا گیا۔ لیکن اپنی بزدلی کی وجہ سے' اپنے مغل خاندان کے ان لڑکوں کی وجہ سے جنہوں نے قوم کی management اور قوم کے سارے قوانین بدل کر رکھ دیئے تھے۔ان کی وجہ سے وہ بہادر ' بہادر نہ بن سکا وہ بزدل ہو گیا ۔فوج کا ایک کمانڈر کہتا رہا کہ چلو لشکر کشی کریں لیکن اس کا اپنا ہم زلف تھا الٰہی بخش وہ کہتا ہے کہ جناب ! بادشاہ سلامت یہیں بیٹھے رہو ' آپ کے محل تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا لہٰذا بزدل بن کر اس بہادر نے فوج کشی نہیں کی اور وہ شاہ کی جگہ گدا بن گیا اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ

"کہ دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں"

اور پھر وہ ظفر بے ظفر ہو گیا۔ وہ کامیاب نام ' لقب ' تخلص رکھنے والا ناکام ہو کر ملک سے کتے کی طرح پھینک دیا گیا صرف اس لیے کہ اس نے قوم ' امت ' اسلام ' قرآن 'حدیث' اللہ 'رسول کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا تھا قوم کی اصلاح میں نو نسلوں سے مغلیہ خاندان کے بادشاہ قرآن و مصلے اور حدیث کو چھوڑ کر اپنی من مانیوں اور اپنی luxury کی زندگی کو گزارنے کے عادی بن چکے تھے۔ لہٰذا اللہ کا فیصلہ آیا کہ ان کو ذلیل و خوار کرکے اس ملک سے نکال دیا جائے بلکہ نکالنے سے پہلے اس کے لخت جگروں کی گردنیں کاٹ کر تھال میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کر دی جائیں اور تمام شرفاء جو اپنے سامنے ملک کو برباد ہوتے دیکھتے رہے تھے ان شرفاء کو قتل کرکے ان کی جائیدادیں غداروں کو دے دی جائیں۔ ان کے بچوں کو زمین سے سگریٹ کے ٹکڑے اور بیڑی کے ٹکڑے اٹھا کر پینے پر مجبور کر دیا جائے اور ان سے ہندوستان کی حکومت چھین لی جائے۔

صاحب! آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرانے چلی ہے ۔آج سے نہیں میں کوئی پیپلز پارٹی کی حکومت کے لیے یہ تقریر نہیں کر رہا ہوں۔ میں پرویز مشرف صاحب یا شوکت عزیز یا شوکت ترین پر کوئی اعتراض نہیں کر رہا ہوں' میں تو قوم کا ایک پوت ہوں ' سپوت بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قوم کو جگانے کی کوشش کر رہا ہوں' میں کوئی figures آپ کے سامنے

بیان نہیں کروں گا لیکن کاش! آج آپ مجھے 15/20 گھنٹے دے دیں ہم ساری ساری رات تقریر کرنے کے عادی تھے لیکن یہاں آ کر "تیری محفل میں تو زبان ترستی ہے بات کرنے کو بھیا"

(قہقہے)

یہ کیا دستور زبان بندی ہے تیری محفل میں

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

میں قوم کا دکھ بیان کرکے قوم کے احساسات کو جگانے کے لیے آج رات تہجد کے بعد بیٹھا تھا۔ اللہ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ کچھ کہنے کی توفیق دے دے لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ اب آج ہم اس دھرتی کے رہنے والے، کچھ چیخنے والے، کچھ چنگھاڑنے والے، کچھ خودکشی کرنے والے، کچھ سسکیاں بھرنے والے، کچھ سخت سردیوں میں بغیر چھت کے سونے والے، کچھ سردیوں اور برف باریوں کے تھپیڑے کھا کر اکڑ اکڑ کر مر جانے والے، اس صورت حال کو ہم تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں ایک تو پوت ہو گیا بھیا، ایک نپوت ہو گیا بھائی اور ایک سپوت ہو گیا بھائی، آج اس قوم کے بیٹے جو سپوت بن کر آئے تھے اور جب پاکستان بنا تھا تو نلکے پر ڈیڑھ ڈیڑھ میل لمبی قطاریں اور لوٹے لیے ہوئے کھڑے ہوتے تھے کہ نمازیں پڑھیں گے، آج وہ سپوت نپوت بن گئے اس دھرتی ماں کی چادر کو بیچنے کے لیے، اس دھرتی ماں کی کان کی بالیوں کو بیچنے کے لیے، اس دھرتی ماں کے ہاتھ کے کنگنوں کو فروخت کرنے کے لیے، اس دھرتی ماں کے کپڑوں کو غیروں کے ہاتھ میں فروخت کرنے کے لیے، اتنے ارزاں کہ دو ٹکوں میں بیچنے کے لیے قوم متحد نظر آتی ہے۔ صرف باتیں کرتے ہیں۔ کوئی اپنی گردن پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ ہم آج اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ہم اس ملک میں صرف coalition کے ساتھ، اتحاد کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بھائیوں کو سمجھاتے ہوئے، نصیحت کرتے ہوئے، آگے بڑھیں گے اور اگر اس دھرتی ماں کا فائدہ نہ ہوا، اس کی عزتیں اور اس کے تحفے، جیسے بے نظیر بھٹو نے فرمایا تھا، اللہ اس کی قبر پر کروڑوں نور کی بارشیں برسائے، کہ یہ تحفہ ہے سندھ کے لیے۔ قادر پور گیس فیلڈ، ان تحفوں کو لٹانے کے لیے اگر کوئی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور اپنا خون پیش نہیں کرتی ہے تو میں اس کو غدار سمجھتا ہوں۔ شاید! کہاں سے وقت لاؤں؟ کیا کیا بتاؤں؟ کیا کیا سنو گے؟ وسعت دل تو بہت ہے، وسعت

صحرا کم ہے۔ اس لیے دل کو تڑپنے کی تمنا کم ہے۔ آج ہم سینیٹرز، آج ہم ایم این ایز، آج ہم وزراء، آج ہم وزرائے مملکت، آج ہم اس مظلوم قوم کے ظالم لیڈر اتنی میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں اور دل وہی کالے بھیڑیوں والے ہیں۔ کوئی آدمی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جنہوں نے قربانی دی ہے، ان کی قبروں کو بھی یہاں مٹا دیا گیا ہے۔ اب کیا بنے گا؟ جاہ و حشمت، آرام و آسائش اور تعیش کی زندگی گزارنے والے یہ بیمار، وزارتوں کے طلب گار، سینیٹ میں آنے کے لیے، پارلیمنٹ کا ممبر بننے کے لیے اپنی عزت اور اپنے مال کو لٹانے والے، یہ بیمار لوگ جب آتے ہیں تو اپنے خرچوں کا انتقام لیتے ہیں۔ یہ عوام کا کوئی کام نہیں کرتے۔ اگر عوام کا کوئی کام کرتے تو آج اتنی بڑی گاڑی نہ ملتی۔ وزیر کو چھوٹی گاڑی ملتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں کوئی چھوٹا وزیر ہوں، I am a Federal Minister. ہماری گاڑی کا airconditioned خراب ہے۔ ہم کو ایک گاڑی کیوں دی ہے، ہم کو پچاس گاڑیاں کیوں نہیں دی ہیں۔ ہم لاجز میں کیوں رہتے ہیں، ہم کو ادھر وزراء کے enclave میں بھیج دو۔

جناب والا! مجھے ٹائم کا مت کہنا، میں خودکشی کر لوں گا۔ ٹائم کا مت کہنا، آج مجھے بولنے دو، ورنہ وعدہ کریں کہ کل آپ مجھے ٹائم دیں گے۔ آپ جتنی کمیٹیاں بنا رہے ہیں، جناب ہمارے پارلیمانی لیڈر صاحب اور اپوزیشن لیڈر صاحب، جب تک احساس اور ایمان زندہ نہیں ہو گا، اس وقت تک نہ کوئی کمیٹی کام کرے گی، نہ ایٹم بم کا کوئی اثر ہو سکتا ہے۔ احساس، ایمان، غیرت، حمیت، آج بلوچستان میں ہم سب نے مل کر، جمعیت علمائے اسلام، نیشنل پارٹی، عوامی نیشنل پارٹی، پیپلز پارٹی، (ق) لیگ، (ن) لیگ، ہر سال ایک نیا نام آتا ہے، (ن) لیگ ان کے ساتھ ہے، ان کو بھی اپنے وعدے یاد ہیں یا نہیں، وہ بھی اندر بیٹھ کر زرداری صاحب سے پتا نہیں کیا باتیں کرتے ہیں، واپس نکلتے ہوئے جپھی ڈالی ہوتی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جی! ہم تو حکم کے غلام ہیں۔ بغیر پیسہ خرچ کیے آئے دن غریبوں کے حقوق بیان کرتے ہیں، کرنے دو، نہیں تو کچھ اور بیان کر لیں گے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ آج ہم کو بول لینے دیں مولوی صاحب! خدا نے پچھلی گورنمنٹ کو

بھی تنبیہ کی زلزلہ بھیجا اور ساری قوم کے کپڑے کم ہوئے ۔ آج مکان چھین لیے گئے ۔ اللہ تعالی نے مکان چھین کر باہر بٹھا دیا ۔ آج لاہور، بھاٹی گیٹ اور کراچی میں آپ کی بولٹن مارکیٹ میں، وہ بچے جو روز ہزاروں روپے کا کاروبار کرتے تھے، آج ان کے دل کی کھڑکی کھول کر دیکھو تو وہ کہتے ہیں:

تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم

درین جا پمبہ نہم داغ زیادہ تر

مسائل اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ پورا تن داغ دار ہو گیا ہے ۔ جہاں بھی میں مرہم رکھتا ہوں، وہاں داغ زیادہ ہو جاتا ہے ۔ وہ اپنے داغ کس کو لا کر دکھائیں۔ یہاں تو اتنے barrier لگے ہوئے ہیں کہ وہ یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ غریب لوگ کس کو جا کر اپنے دلوں کے داغ دکھائیں۔ آؤ! ذوالفقار علی بھٹو شہید کے خون کی قسم ہے تمہیں، بےنظیر بھٹو شہید کی عصمت اور اس کے خون کی قسم ہے تمہیں، جمعیت علمائے اسلام کو اسلام، انسانیت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے، جو غیرت مند جماعت بھی آپ کے ساتھ ملتی ہے یا ملی ہے، اس کو اس کی غیرت کی قسم ہے، آؤ! اس ملک کے لیے سب سے پہلے اپنی جان کی قربانی دیں، اپنے مال کی قربانی دیں، پھر آپ دیکھیں کہ یہاں پیسے برستے ہیں یا نہیں، پھر دیکھیں یہاں خدا کی طرف سے مال برستا ہے یا نہیں، پھر دیکھیں یہ زمین سونا اگلتی ہے یا نہیں، پھر دیکھیں ان دریاؤں میں برکت آتی ہے یا نہیں ۔ ذرا کسی ایک غریب کا دل رکھ کر دیکھ لو کسی دن لیکن یہاں تو سارے غریب ہیں، امیر بھی غریب ہو گئے ہیں۔ ایک کالیے کو پکڑ کر بہت خوش ہو رہے ہیں بھیا۔ ایک کالیا، ارے وہاں تو کئی کروڑ کالیے پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں تو کالے ناگ پڑے ہوئے ہیں اور یہ سارے ایم این اے، وزیر اور سینیٹر وہاں جاتے تھے، کہتے تھے

"میرا کالانی دلدار تے گوریاں نوں پراں کرو"۔

حمام میں سب ایک ہی لباس میں ہیں ۔ (کلھم ... فی الھوا سواء) سب ہوا میں سب برابر ہیں۔ سب مجرم ہیں ۔ چھوٹا مجرم جب تک اپنے چھوٹے جرم کا اقرار نہیں کرے گا، بڑا مجرم جب تک اپنے بڑے جرم کا اقرار نہیں کرے گا، اس ملک میں حاکم اپنے جرم کا اقرار نہیں کرے گا، محکوم اپنے جرم کا اقرار نہیں کرے گا، اس وقت تک اس ملک میں بھلائی نہیں آ سکتی۔ میں ختم

کر رہا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اب اجازت دیں کہ میں آپ کو کہوں کہ آپ ختم کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد الخالق پیرزادہ: " لو، ہن تسی پاویں وٹے مار لو، میں ختم نہیں کراں گا، پاویں تسی ٹوکدے رہو، میں بولدا رواں گا"۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں تو آپ کی اجازت سے آپ کو کہہ رہا ہوں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبد الخالق پیرزادہ: صاحب! میں اپنے بیان کو مختصر کرتے ہوئے ایک بات بتا دوں آپ کو ۔ آج یہ جماعتوں کے لانگ مارچ نکل رہے ہیں ۔ آج یہ کالے کوٹ نکل رہے ہیں ۔ آج جماعتوں کے مشعل بردار جلوس نکل رہے ہیں۔ آج یہ دھرنے دیئے جا رہے ہیں ۔ میں اپنی تقریر آدھی سے زیادہ چھوڑ کر حکومت کو coalition partner, کو اور ادھر بیٹھے ہوئے حزب اختلاف والے، ان کو اور سب کو، قوم کے ہر پوت اور سپوت اور نپوت کو، قوم کی ہر بیٹی کو، قوم کی ہر ماں کو، قوم کی ہر جان کو، قوم کے ہر باپ کو، قوم کے ہر حاکم کو اور قوم کے ہر محکوم کو یہ کہتا ہوں کہ ان جماعتوں کے جلوس ختم ہونے والے ہیں ۔ یہ مشعل بردار جلوس جو نکلتے ہیں، یہ ختم ہونے والے ہیں ۔ لانگ مارچ ختم ہونے والے ہیں ۔ دھرنے ختم ہونے والے ہیں ۔ اب اگر حالات یونہی خراب رہے تو بھوکوں کے جلوس نکلیں گے۔ اب لولے لنگڑوں کے جلوس نکلا کریں گے ۔ اب جن کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں، جن کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں، ان کے جلوس نکلا کریں گے ۔ اب جن کے دوپٹے برباد ہوگئے، جن بیواؤں، جن یتیم بچوں کے بھائی بہن مارے گئے یا مار دیئے گئے، ان یتیم بچوں کے جلوس نکلیں گے اور اس کے بعد پھر شہید اپنی قبر سے کفن بردار جلوس، قبروں سے اٹھ کر نکالیں گے ۔ بے نظیر بھٹو شہید ان کی قیادت کر رہی ہوں گی اور یہ کہہ رہی ہوں گی کہ

ہمارا خون بھی شامل ہے، تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، شکریہ پیرزادہ صاحب - ماشاء اللہ آپ کی بڑی جذباتی تقریر تھی۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ، اگلی دفعہ جب پیرزادہ صاحب کی تقریر ہو گی تو میں انشاء اللہ چیئر پر آ کر بیٹھوں گا - بڑی مہربانی رضا صاحب -

Now, we adjourn today's sitting to meet tomorrow, i.e. 13th of November, 2008 at 02.30 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, 13th November, 2008 at 02.30 p.m]